إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

# آمنہ کا لال صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ

حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] سرور کائنات کا سب سے زیادہ [illegible]

[illegible] اسلام فخر الانام حضرت [illegible]

ناشران

[illegible] کتب [illegible] حسان دہلی

مالک کتب خانہ رضوی بلیماران دہلی

سنہ ۱۹۵۰ء

ایک روپیہ

# آمنہ کے لال کی خصوصیت

مولود شریف کی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی اور ہو رہی ہیں مگر میری رائے میں مسلمان لڑکیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب یابس سے بالکل پاک ہو۔ اور نہ صرف انہی کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسولؐ کو پیش کر سکیں یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے یقین میں تھیا س تامل کر سکے اور یہی حقیقت بھی ہے۔ استغاثے اور تشبیہ مصنف کا جائز حق ہو اس کو مبالغہ سمجھنا غلطی ہوگی۔

میں نے بارہا علمائے اسلام سے درخواست کی کہ وہ مولود شریف کی ایک ایسی کتاب لکھ دیں مگر انہوں نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس لئے میں نے خود ہی قلم اٹھایا اور خدا کا شکر ہے کہ میں آج اپنی بچیوں کے اس قرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔

میں شاعر نہیں ہوں مگر میں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں ایک مصرعہ بھی کسی دوسرے کا شامل نہ ہو۔ اس لئے یہ غلط سلط اور ٹوٹے پھوٹے اشعار محض میرے جذبات ہیں جن کو شاعری سے کوئی تعلق نہیں ایک بڑی حد تک وہ تمام باتیں جو ذکر ولادت سے تعلق رکھتی ہیں میں نے اس کتاب میں لانے کی سعی کی ہے۔ "آمنہ کا لال" چونکہ سیرت نہیں ہے اس لئے معراج اور لڑائیوں کے حالات میں نے چھوڑ دیئے ہیں اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ آئندہ یہ خدمت بھی کر سکوں۔

اس کتاب کے لکھنے سے بڑا مقصد یہی ہے کہ مسلمان لڑکیوں کو عید میلاد اور مجالس میلاد کے صحیح حالات معلوم ہو سکیں اور ڈنکے کی چوٹ وہ واقعات بیان کر سکیں جو سامع کے دل پر پورا پورا اثر کر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میری کوشش یہ بھی ہے کہ خود پڑھنے والے کا دل ان مبارک قدموں پر فدا ہونے کا آرزومند ہو اور اس کو معلوم ہو سکے جن کی پیدائش کا ذکر ہو رہا ہے حقیقتاً اس کا درجہ انسانوں میں کیا تھا۔

راشد الخیری

# ضامین

# دیباچہ

## مولود شریف کی مجلسیں

شاید بلکہ شاید نہیں یقیناً کوئی سمجھدار مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ قوم کی تباہی اور بربادی کے اسباب میں مولود شریف کی مجلسوں کا حصہ بھی کچھ کم نہیں جہاں اصل مقصد نہایت بے دردی سے فنا ہوتا ہے۔ اور جس مقدس ذات کے ساتھ یہ مجالس موسوم کی جاتی ہیں حقیقتاً اس کی توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔ کتابیں غلط روایات جھوٹی حالات افسانوں اور بے تکی باتوں کا مجموعہ۔ مولود خواں ہیں، تو (باطن کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے) بظاہر جیب میں ڈبیا سلائی، ہاتھ میں بیڑی منہ میں زردہ۔ صاحب خانہ ہیں، تو ان کی یہ کیفیت کہ واعظ چیخ رہا اور وہ مہمانوں کی خاطر میں مصروف اور مدارات میں منہمک سامعین کا یہ حال کہ اونگھ رہے ہیں اور جھوم رہے ہیں۔ المختصر مسلمانوں نے مولود شریف کو گڑیوں کا کھیل بنا دیا جب جی چاہا اور جس کا جی چاہا تھوڑے سے بتاشے منگوائے اور کسی الٹے سیدھے مولود خواں کو بٹھا خدا اور اس کے رسول پر احسان کے چھپر رکھ دیئے۔ مسلمان اگر غور کرتے اور سمجھتے کہ آج جس انسان کامل کی پاک زندگی کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں اس کا احترام مخلوق نے کیا خالق نے کیا جس کی صداقت کا ڈنکا، اس کی زندگی کے کارنامے آج چاردانگ عالم میں بج رہے ہیں، تو مجلس میلاد کا خیال آتے ہی ان کے دل دہل جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ؎

عطر و گلاب و مشک سے دھو کر زبان کو
گستاخ ہوں جو پھر بھی ترا نام لے سکیں!

مگر یہاں تو ذکر ولادت کے معنی دوستوں کی چہل پہل ہیں۔ خواہ ثواب ہو یا عذاب

## د شریف کی کتابیں

مصنفین اور مؤلفین ذکر ولادت کو مبالغہ
میں اگر حسن عقیدت سے کام لیا کہ وہ
بت کے جوش میں حقیقت سے متجاوز ہو گئے اور انھوں نے جو کچھ مبالغہ
یری اور لاچاری سے۔ ان کا ایمان اور اعتقاد یہی تھا تو مولود خوانوں اور
یلاد کے منعقد کرنے والوں کی طرف سے کون سا عذر معقول ہو سکتا ہے
قصد صرف دوسروں کو خوش کر دینا سمجھتے ہیں۔ پڑھنے والا چاہتا ہے
ح سامعین جھوم جائیں' اور گھر والے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ
کے طفیل یا مولوی صاحب کی بدولت نام بھی ہو اور داخل حسنات
ں۔ کیا مسلمان اس امر پر غور فرمائیں گے کہ جس سرزمین پر محبوب
یا لمین کا ذکر کر رہے ہیں اور جس مکان میں پاک نام لیا جا رہا ہے
رگی کی کس قدر منزلیں طے کر چکا ہے۔ کیا خدا کا رسول جس پر
للہ فخر کر رہی ہے اسی لائق ہے کہ میلے کچیلے ذاکر کی گندی زبان پر
نام دہرایا جائے؟ کیا فخر موجودات کے مقدس نام کو گندا نشانے
ہونٹوں پر رکھا۔ اسی قابل ہے کہ اس کی بے مثل صفات گندی اور
وار دوں میں گونجیں' اور خاک عرب سے اٹھنے والے آقا کا نام حقہ
شا کے دھوؤں' اور چائے کے دور میں بلند ہو؟ ذاکر صاحب کی
لفظ ختم ہوا اور چہرہ پر مسکراہٹ' اور میاں سامع نے منہ پیا اور دہ
پیا سگریٹ!

## ر کی انتہا اور نتیجہ

چمنستان اسلام کی اس لہلہاتی کیاری کو مسلمانوں
اپنے ہاتھ سے وادی پر خار بنا چکے ہیں
قدم اور بھی پیچیدہ ہے ان شاداب پھولوں پر جن کی بھینی بھینی خوشبو

اب بھی دماغوں کو مست کر رہی ہے اگر مبالغہ نہیں تو غلط عقیدت کا ایسا رنگ چڑھا کہ اصلی رنگ قطعاً فنا ہو گیا اور صانع حقیقی کی وہ بہترین صنعت عالم حیات کا حسین پھول اور فانی دنیا کا وہ کامل انسان جس کے سامنے بڑے بڑے سرکش اور اچھے اچھے تاجدار جھک گئے ان عنایات کی بدولت اہلیت سے کوسوں دور جا پڑا۔ اور ہدایت اسلام کی وہ عروس جس کے حسین قدموں کو دنیا نے آنکھوں سے لگایا اور جس کی ملاحت و نزاکت پر آج بھی تاریخ شاہد ہے ان رنگ آمیزیوں کے طفیل اس آرائش و زیبائش سے جس کا سہرا قدرت کے مبارک ہاتھوں کے سر ہے کلیتہً محروم ہو گئی۔ عروسی لباس پارہ پارہ ہوا دیا دست برد کے چھینٹے لگے اور جب غیر مسلم تہذیب، فلسفہ اور سائنس کی جھولیاں ڈالے نمودار ہوئے تو یہ نادان دوست جن کے پاس لسانی کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا کب بچاؤ کر سکتے تھے زمانہ کی ضرورت اور وقت کے مطالبہ کو الٹی چھری سے ذبح کر کے کفر و الحاد کے نعرے لگانے شروع کئے۔ اور حریم رسالت میں وہ موشگافیاں فرمائیں کہ خلا کی جگہ کاٹ رہ گئے۔ ضرورت تھی کہ اس بلبل خوش الحان کی نغمہ سنجی جو منبر مولود پر جلوہ گر ہے نہ صرف سامعین کا دل توڑ دیتی ہے بلکہ رستہ چلتوں کو مسخر کرتی مگر اس کا موسم بہار اپنے حلوے مانڈے تک محدود تھا۔ خواہ خزاں کا ایک ہی جھونکا گلہائے رنگین کو ختم کر دے۔ سرسبز و شاداب پودے اجڑ جائیں اور بلبل ہزار داستاں کی زمزمہ پردازیاں فاختہ کی کو سے بدل جائیں۔

عشق رسول کے مدعی کاش اتنا اور سمجھتے کہ جس کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں جس محبت کا دعوٰی فرماتے ہیں یہ قیس کی لیلٰی نہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ مخلوق کا نہیں خالق محبوب ہے اور یہ وہ درگاہ ہے جہاں ملاء اعلٰی کی آبادی سربسجود ہے۔ جلیل القدر ملائکہ بستہ ہیں اور جبرئیل جیسے مقتدر فرشتے اس حضور میں پر جل رہے ہیں۔

نصیب قوم کے افراد جو میدان میں تو نکلی تو نکلے ۔ علویت کا رخ کیا تو آسمان کے
توڑے اور اسفل کی طرف چلے تو پتال تک جا پہنچے ۔ بزم محبت میں داخل ہوئے
مرحلے میں جنت تک اسے نور کے طباق اتروائے اور آگے بڑھے تو جن کی
ت کا قرآن گواہ ہے اسکو فوق الفطرت انسان بلند با معشوق کا سراپا شاہد عاشق
ز کوئی ادا نہیں کر سکتا ۔ قرآن نے اس کی ضرورت نہ سمجھی ۔ نور یہاں سے
ڈالی، فارس کی آگ کا تذکرہ اس لئے نہ کیا، ایوان کسریٰ کے کنگورے
نہ پہنچ سکے مگر مسلمان خدا کی خاموشی پر (نعوذ باللہ) کیوں چپ رہتے نتیجہ یہ
حضور اکرم کے خلاف مغرب نے زہر اگلا ۔ اس کا بڑا حصہ مولود شریف کی کتابوں
لود خواں کی عنایت کا ممنون ہے اور ولیم میور کی تصنیف "لائف آف محمد" ایسا
ہے جس میں ہر مسلمان اپنا چہرہ بآسانی دیکھ سکتا ہے ۔

## ود شریف کی مجلسوں سے انکار

پرواز خیال کی دوسری سمت کا منظر اور بھی دگرگوں ہے اور یہاں
ستعجابت سے لبریز اور حیرت میں غرق ۔ اس جگہ ان چمپدازوں کا سکہ ہے جو ذکر محبوب
جشنکر ہیں اور جن کے قلب سنگین یا دلداری کے روادار نہیں ۔ مجھے انکی خدمت
گستاخی کی ضرورت نہیں ۔ مگر عقل سلیم ان کے سلوک کو ظلم سے تعبیر کرے مختصر
بطرح ان ذی فہم حضرات نے رسالت کی توہین میں کسر نہ کی اسی طرح
لشدوں نے نبوت کے سبک کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا ۔ قدرت
فہم پر مسکراتی ہے اور رسالت ان کی فراست پر ہنستی ۔ ارض مقدس
ر دیوار اس وقت کے شاہد ہیں ۔ جب حسینہ عرب کا قصر
میں نزول ہوا ۔ سنگ دل انسان اور آوارہ و بدکار گروہ
ے مسخر ہونے کے غیظ و غضب کی برہنہ تلواریں لے کر باہر

نکلا۔ ان نازک گھڑیوں میں بھی کہ دنیا خون کی پیاسی تھی، مذہب مقدس
کی اس مجموعہ کا ہر لفظ فطرت انسانی کی کسوٹی پر پورا اترتا تھا اور یہی
وہ معیار تھا جس نے تیر و نشتر کو موم کر دیا۔ زہر کے کڑوے گھونٹ شہد
بن گئے۔ اور بساط عرب پر توحید کی وہ چادر بچھی جس نے گوشہ گوشہ
سے صداقت اسلام کا علم بلند ہو گیا۔

کیا فطرت انسانی کا تقاضا جو بیان ہوا اسلام میں بیان سے ساقط نہ
ہے کہ ہم سے ہماری فطرت کے خلاف یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ ہم اپنے کسی عزیز
کے فراق ابدی اور بچوں کی رحلت کے بعد ان کی یاد اپنے دلوں سے فراموش
کر دیں اور ان کا ذکر گناہ کبیرہ، اور ان کی یاد عذاب ابدی کا باعث ہو جائے
خود خاتم النبیین کی مبارک آنکھیں بچے کی موت پر آنسو گرائیں اور ہم اپنے
مالک اپنے آقا اور اپنے ہادی کے خیال سے قلب اطہر پر تہمت کی فکر کریں۔

دنیا کی ذلیل سے ذلیل قوم اپنے پیشواؤں کے طریق عمل کو اپنا دستور
العمل بنا لیتی ہے۔ مسلمان کی مثال زندگی کا ثبوت دے۔ آج ہم
مذہب کی توقیر نہیں اپنے ہی قرآن اور حدیث کو تیر و تفنگ بنا کر فطرت کی اس
ہمارے سچے تعلق کو توڑ دیں۔

اکتوبر ۱۹۲۹ء — راشد الخیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مولود شریف

(درود شریف بلند آواز سے پڑھو)

آج اس دربار کی حاضری ہے جس کے پوریہ نشیں شہنشاہ نے فقیروں کو بادشاہ بنا دیا جس کی مبارک زندگی انسانیت کی تفسیر کر گئی۔ جس کی چشم کرم اپنے بیگانوں کو مالا مال کر رہی تھی۔ جس کا دست شفقت یتیموں کا والی اور بے کسوں کا سہارا تھا اور جو دردمندوں کا ملجا اور بیچاروں کی تسکین تھا۔

دنیا کے بہترین انسان! تاریخ تیری پاک زندگی کو سجدہ کر رہی ہے آسمان کا ہر گوشہ تیرے احسانات گنوا رہا ہے۔ اور زمین کا ہر ذرہ تیری ثنا خوانی کے گیت گانے میں مگن ہے۔ کائنات تیرے نام کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔ اور ملائکہ تیری خدمت میں درود بھیج رہے ہیں (درود پاک پڑھو)

خاتم النبیین! صداقت تیرے دربار کی چیری تھی۔ رحم و کرم تیرے دست بستہ غلام تھے۔ انصاف نے تیرے قدم چومے۔ شجاعت تیرے پاؤں میں لوٹی۔ حاجت مند تیرے گھر سے اور نامراد تیرے در سے کامیاب گئے اور بامراد چلے۔ تیری مقدس زندگی نے تاریک دنیا کو زندگی کے معنی بتا دیئے۔ روئے زمین کی مخلوق تیرے کرم کی معترف ہے اور آبادی کے ہر حصے سے تیرے کلمے کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ (درود پڑھو)

اور تیرے اہل بیت پر، خطاؤں سے درگذر کرنے والے رسول! عمر بھر کے روسیاہوں کا تیرے جمال جہاں آرا سے بیڑا پار ہوا گناہوں سے لتھڑے ہوئے اور شرک سے بھرے ہوئے دل تیری ایک ہی جھلک سے پارس بن گئے۔ عبداللہ کے بندے تیرے مبارک قدموں کی بدولت زاغ وزغن کے پھندوں سے نکلکر توحید کی شاخوں پہ پہنچے، تیرے پاک نام کے رسیا تیری مقدس صورت کے پروانے، تیرے دربار کے غلام، تیری سرکار کے کفش بردار، تیرے کرم کے طفیل تیری محبت کے صدقہ میں۔ تیری عنایت کی بدولت اتنے ہو گئے کہ فقیری میں امارت کو گدائی میں شہنشاہی کو اور فاقہ میں تاج شاہی کو ٹھکرا دیا۔ دھتکار دیا اور لات مار دی۔

دنیا و دین کے حقیقی بادشاہ! طیبہ کی خاک میں آرام کرنے والے آقا ہر روز کا نکلنے والا آفتاب اور ہر رات کا طلوع ہونے والا قمر تیرے نام کا ڈنکا بجا رہا ہے۔ دن کی روشنی اور شب ماہ کی چادریں تیری رسالت کا اعتراف کرتی ہیں۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے تیری زندگی پہ مرحبا کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اور قمری کی کو کو اور بلبل کا نغمہ تیرے کرم دہراتا ہے۔

(درود تجھ پہ اور تیرے دادا ابراہیم پہ)

اپنے پیٹ پہ پتھر باندھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنے والے مولا! کلیجے کے ٹکڑوں کو بھوکا رکھ کر غیروں کو کھلا دینے والے آقا! دشمنوں سے محبت اور غیروں سے شفقت کرنیوالے مالک! تکلیف میں صبر اور اذیت میں شکر کرنے والے انسان! دکھ کو سکھ اور مصیبت کو راحت سمجھنے والے رسول! غلطی کی خطا سے درگذر اور گنہگار کو بخش دینے والے

پیغمبر! مطلب کے پوتے آمنہ کے لال!
مادرِ گیتی جس کا ثانی پیدا نہ کر سکی تو ـــ جس کی نظیر چشمِ فلک نہ دیکھ سکی۔
[کا]رخانۂ حیات میں دنیا کے گورکھ دھندے میں بے مثل تھا اور بے نظیر تھا۔

رحم ہو ہم پہ ہمارے آقا    کرم ہو ہم پہ ہمارے مولا
قبول فرما درود آقا    ہمارے مولا ہمارے آقا

# حضرت ابراہیمؑ کی دعا

جب ارضِ حجاز کا ذرّہ ذرّہ شرک و بت پرستی میں چکنا چور تھا، اور [کا]ئنات کا وہ اولوالعزم انسان جو ابراہیمؑ کے نام سے دنیا میں نمودار [ہ]وا، اپنی تکلیفوں کا بڑا حصہ ختم کرنے کے بعد زندگی کی اس منزل پر پہنچا کہ آتشِ نمرود اس کے جلانے کے واسطے روشن ہوئی، تو ان [لو]گوں کے سوا جن کے پتھر دل ابراہیمی خون کے پیاسے تھے فضائے حیات [م]یں ایک تہلکہ مچ گیا۔ زمین رو رو کر آگ کے شعلے بلند کر رہی تھی، اور [آ]سمان بلک بلک کر آنسوؤں کے قطرے گرا رہا تھا۔ مگر قدرت کا [ر]خ روشن آگ کی روشنی پر مسکرا رہا تھا اور معبودِ حقیقی کی لازوال [ط]اقت نمرودی انگاروں میں چمک رہی تھی۔ بالآخر وہ نازک [گ]ھڑی آ پہنچی کہ آگ مظلوم ابراہیم کو اپنی آغوش میں لے کر خاک [ک]ر دے۔ یہاں تک کہ ملاءِ اعلیٰ کی مخلوق بے کس ابراہیم کی حالتِ زار پر سجدہ میں گر رہی مگر قدرت اپنے تماشے دکھانے پر مستعد تھی۔ بہ گریہ [و] زاری بے کار ہوئی اور جب نمرود حکم تعمیل کے قریب پہنچا، تو مظلوم خلیل

کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے اور ہوا نے دہن ابراہیمی کے یہ سدا بہار پھول اپنے دامن میں بکھیرے ۔

"الہٰی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے جو ان کو تیری طرف بلائے ، ان کی اصلاح کرے ۔ اور سیدھا رستہ بتائے"

سلام سلام ہے اس ابراہیم پر جو ہمارے واسطے ایک بیش بہا نعمت کی دعا کر گیا ۔ اور درود درود درود اس رسول پر جس نے پیدا ہو کر ہماری زندگی اور موت سنوار دی اور دنیا و دین درست کر دیا ۔

اس پاک انسان کی دعا جو خلیل اللہ کی صورت میں خدا کا پیغام پہنچا کر پاک ہونے کے واسطے تیار تھا ، درگاہ رب العزت میں قبول ہوئی ۔ اور کائنات ایزدی میں اس وقت تک محفوظ رہی جب تک جسم انسانی میں اس کے ظہور کا وقت ہوا ۔

یہی وہ دعا ہے جس نے نور محمدی کا لقب پایا ، اور کسی جگہ خلق موجودات کی ہم نشینی کا خطاب حاصل کیا ۔

ابراہیم کی دعا اس پھول کی طرح جو روز بروز ترقی کرتا ہو سرمایۂ خداوندی میں لحظہ بلحظہ پھل پھول رہی تھی ۔ مخلوق الٰہی کی آنکھیں اس دعا پر لگی ہوئی تھیں اور دنیا کے کان اس مبارک وقت کے منتظر تھے ۔ جب اس رسول کی خبر پیدائش پردہ دنیا پر گونجے ۔

# عرب کی حالت

زمانے کے اوراق وقت کے ہاتھوں میں الٹتے پلٹتے رہے، رنگ بدلا
قت گذرا، صدیاں بیتیں اور عمر کا مسافر کہیں کا کہیں پہنچا۔ ارض مقدس کی
راہی نے تیرہ و بدی کی تیز اٹھادی، خانہ کعبہ بتوں سے پٹ گیا۔ خدا کی
نقش صفحۂ قلب سے مٹ چکی ہے۔ ہر بت خانے اور ہر جگہ سے ہر محلے سے
ور ہر بازار سے شرک کی صدائیں بلند ہوئیں۔

عرب کی وہ سرزمین جو انبیاء کا گہوارہ تھی، جس نے بڑے بڑے
لیل القدر پیغمبروں کے قدموں کو چوما، دیو فسق کا شکار ہو گئی۔ قتل و
خونریزی کے بازار گرم ہیں۔ اخلاق انسانی کے شاداب پھول تباہ و
اراج ہو چکے ہیں۔ اور دنیا اس نازک گھڑی سے ہم آغوش ہو چکی ہے
ں میں ظلم و ستم اور لوٹ مار شیوۂ انسانیت ہیں، طاقتور کمزور کو فنا
ر رہا ہے۔ دولت مند مفلسوں کو ڈس، اختیار لاچار کو اور تندرست
بیمار کو ستا رہا ہے۔ دبا رہا ہے اور مٹا رہا ہے۔ عورت لونڈی اور
فلس غلام ہے۔ انسانیت کا پتہ ہے نہ آداب کا نشان، مروت
م۔ محبت فنا۔ حیا مفقود۔ شرم ندارد۔ الغرض زبردست
شہنشاہی اور کمزور کی تباہی۔ قانون نہ قاعدہ۔ روک نہ ٹوک
ماست پرستی کا ایک دریا ہے جو ملک کے ہر حصے میں موجزن ہے
خود غرضی و نفس پروری کی گھٹا ہے کہ چاروں طرف چھائی
ہوئی ہے۔ جبّاری و بدکاری کا ایک طوفان ہے کہ ہر سمت

سے امنڈا چلا آرہا ہے۔

عورت! ہائے عورت!! کیا مٹی پلید ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ لونڈی ہے جانور ہے، ذلیل ہے، حقیر ہے، کیسی عزت کہاں کی وقعت، کس کا ترکہ، کدھر کا ورثہ، مشورہ نہ صلاح۔ نکاح بیاہ مار پیٹ جائز اور ظلم و ستم مباح۔ یعقوبؑ و یوسفؑ کی بسنے والی زمین پہ جہاں خلوص و صداقت کے پھول مہک چکے تھے اب مکر و دغا کی نہریں جاری ہیں اور جبر و ریا کے کانٹوں سے انسانیت کا گلشن ایسا پٹا پڑا ہے کہ باد صبا بھی قدم دھرتی کانپتی ہے۔ ایمان کے تیتھے گل ہوئے انصاف کی ہوائیں، اور مظلوم عورت کی رگ رگ سے مرد کے ستم کی فریادیں بلند ہونے لگیں۔ معصوم بچیاں جیتی جاگتی اور ہنستی بولتی زمین کا پیوند ہو رہی ہیں، اور کوئی اتنا نہیں ہے کہ ان زندہ درگوروں کو خون رونے پر اُف بھی کر سکے۔ اندھے کنویں اور گہرے گڑھے ان بدنصیب بچوں کی زندہ ہڈیاں گود میں لئے ان کی بے کسی و لاچاری کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ جوان عورتیں جن کی عصمت کوئی وقعت نہیں رکھتی بے پناہ ہیں۔ بڑھیاں نوکروں اور ماماؤں کی خدمت انجام دے رہی ہیں، اور اس سرے سے اُس سرے تک تمام عربستان مصائب کی پوسٹ اور آفات کا میدان بنا ہوا ہے۔

مظالم کی اس عالم گیر گھٹا سے جب انسانی خون کی دھواں دھار بارش شروع ہو گئی اور زمین کا ذرہ ذرہ اس میں غرق ہو گیا۔ تو دنیا اس ہولناک کیفیت سے چلا اٹھی۔ مگر وہ جان گئی میں تڑپ رہا تھا۔ غریب افلاس کی چھاؤں میں دم توڑ رہا تھا۔

ندگی آخری سسکیاں غلام کے حلق سے نکل رہی تھیں، اور موت کی آرزو
سب سے باہر آرہی تھی۔

انصاف لٹ چکا تھا، ایمان مٹ چکا تھا
الطاف و مہر کیسی ۔ رحم و کرم کہاں کا
مفلس کی تھی مصیبت کمزور پٹ رہا تھا
ظالم کے بیٹھ بیٹھے اندھیر مچ رہا تھا
انسانیت کے جوہر کونوں میں رو رہے تھے
رحم و کرم کے پتلے قبروں میں سو رہے تھے!
الٹی چھری سے ذبح انسانیت ہوئی تھی
نفسانیت شرارت گھٹی میں پڑ گئی تھی
عیاشی، بدمعاشی معمولی دل لگی تھی
دن رات کا جواں تھا ہر وقت مو کشی تھی
ظلم و ستم کے جھنڈے ہر سمت گڑ رہے تھے
حیوانیت کے پردے عقلوں پہ پڑ رہے تھے
مظلوم کی غلامی دوزخ کا تھا فسانہ
گردن پہ گرم لوہے کپڑا تھا اور نہ کھانا
بیدوں کی تھی گواہی بازو وست شانہ
اس ظلم پر تشدد اس کا تھا لب ہلانا

یہ زندگی کے دکھڑے یہ درد اور مصیبت
اور آنکھ کا اشارہ تھی زندگی کی قیمت

عورت کنیز بن کر دنیا میں جی رہی تھی
خون جگر کے قطرے خاموش پی رہی تھی
قسمت ہی سمجھ کر ہونٹوں کو سی رہی تھی
مرنے سے تھی وہ بدتر جینے کو جی رہی تھی
شکوہ اس طرح ہوا تھا آخر حرام اس کو
اور مرد جانتا تھا لونڈی غلام اس کو
اندھے کنویں میں جیسے دامن کوہ وصحرا
شاہد ہیں اس ستم کے جو لڑکیوں پہ ٹوٹا
صورت کی بھولی بھالی پاؤں کی جیسی مینا
زندہ وہ ہیں گڑھوں میں دم تک مگر نہ مارا
عورت کی ہر حقارت تھی مرد کو گوارا
گلے کا جانور تھی داتا تھا اور نہ چارا

## حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ظہور

دنیا کی عمر جس وقت اس ساعت پہ پہنچی جب مظالم نے عقل و ہوش چکرا دیئے تو فرشتوں کی نظریں جو دعائے ابراہیمی کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں سجدہ میں گر پڑیں اور التجا و رحم کی صداؤں سے آسمانی دنیا گونج اٹھی

انسان کی دعا جس نے کلیجے کے ٹکڑے پر چھری پھیر کر عالم میں تہلکہ
ادیا، جس کی قربانی نے اس کو خلیلؑ بنا دیا، نورانی لباس میں
فس اعظم پر خدائی کو جگمگا رہی تھی قبولیت کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا اور
سانی روحیں جانتی تھیں کہ کائنات سماوی کی یہ محبوب ترین شخصیت کے
چند روزہ مہمان ہے۔ آسمان و زمین کو پیدا کرنے والی ازلی و ابدی
ت جو جلوۂ ربانی کے نام سے مشہور ہے ہر روز اپنے خلیلؑ کی دعا کو اپنے
لوم ہاتھ سے سنوارتی اور صحیح داعیوں کو دکھاتی کہ خدائی طاقت کا یہ تمثیل تخلیق
بیت انسانی رونما ہو گا تو دنیا کو بتا دیگا کہ انسان کی پیدائش کا مقصود
ہے زندگی کی ہر شاخ اعمال کے تر و تازہ پھولوں کو بوسہ دے گی۔
صداقت دشمنوں کو قدموں میں گرا لے گی خلوص کا ڈنکا چار دانگ عالم
بجے گا۔ پاک زندگی کے زریں کارنامے دنیا کے واسطے سبق ہوں گے۔
ئے حیات اس کے مقدس نام کو سر آنکھوں پر رکھنے کی عقل سلیم اس کے
ضے ختم ہو گی زمین کے مظلوم قیدی جن پر آسمانی طاقت حکومت کر رہی
س کی بدولت ظلم و ستم سے رہائی پائیں گے اور اس کے مبارک ہاتھ قصر
ت کی ایسی بنیاد رکھیں گے جن پر استقلال اور استحکام قربان ہو گا، اور
ئے دوام کے سدا بہار پھول نثار ہوں گے۔
مظلوموں کی خاموش آہیں اور بیکیوں کے زبردست نالے عرش عظیم کو
ہے تھے ملائکہ کی التجا آنسوؤں کے ساتھ جلوہ ایزدی میں حاضر ہوئی اور
مبارک ساعت قریب آئی جب ابراہیم خلیل اللہ کی اس دعا کا پردۂ دنیا پر ظہور ہوا:
"الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے"
رگاہ خداوندی کا حکم ہوتے ہی دعائے ابراہیمی کے زمین پر جانے کی

تیاریاں شروع ہوئیں۔ فرشتوں نے قطار در قطار اس التجا کو وردِ زبان کر کے وداع کیا اور جب وہ لمحہ آ گیا کہ خدا کے مقدس فرشتے ابراہیمی دعا کو دنیوی قانون کا لباس پہنا دیں تو ملائکہ جلیل القدر کی فوج اس نور کو کلیجے سے لگائے خلیل کی دعا کو اس طرح دہراتی ہوئی دنیا کی طرف چلی۔

"الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر جو ان کو تیری طرف بلائے"

اشیائے سماوی کے سر پر گو فراق کی مصیبت سوار تھی۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا، مگر دنیا کے مظلوم اور مخلوق کی بے کسی و بے بسی نے زبان بند کر دی تھی اور خاموش آنکھوں کی انتظار کرتی پتلیوں میں اس کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔

"الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے"

اب وہ دعا جس نے آسمانی آبادی کو بقعۂ نور بنایا تھا فرشتوں کے مقدس ہاتھوں میں زمین کی طرف چلی حدودِ انسانی میں داخل ہوئی اور آج ایک دفعہ خدا کے پاک بندے کی التجا آواز گونجی اور یہ غلغلہ بلند ہوا۔

"الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے"

زمین اپنے دورے کے پھیرے کر رہی ہے اور آسمان بدستور چکر لگا رہا ہے۔ وقت اڑ رہا ہے اور خلیل اللہ کی دعا انسانی سینوں میں تبدیل ہوتی ہوئی لمحہ بہ لمحہ مقصود کی طرف جا رہی ہے۔ دنیا کی اخلاقی بربادی روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ ترقی پر ہے کمزوروں کے نالوں اور مظلوموں کی فریادوں نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔ شراب، جوا، قتل اور خون۔ دغا اور مکر غرض نفس کی پتلیاں انسانی قلوب پہ کھیل رہی ہیں۔ عدل و کرم ایمان و ایثار کا کوسوں پتہ نہیں، اور وقت وہ ہے جس کی انسانیت حیوانیت کو مات کر رہی ہے۔

*

# رسول اللہ کا خاندان

مکہ کا قریشی خاندان زندگی کی منزلیں سرگرمی سے طے کر رہا ہے، اور آج اس خاندان کی باگ ایک شخص ہاشم کے ہاتھ میں ہے، یہ کعبہ کا متولی اور حج کے موقع پر عمر کا حصہ ان پردیسی مہمانوں کی خدمت میں صرف کرتا ہے جو دور دور سے کعبۃ اللہ کی زیارت کو آتے ہیں۔ نفسانیت اور خود سری نے ہاشم کے بھائی امیہ کو انگاروں پر لٹا دیا ہے۔ رشک و حسد کی آگ سے کلیجہ پکنا اور کھلم کھلا بغاوت شروع کر دی۔ امیہ اور ہاشم دونوں جڑواں بھائی ہیں۔ ان کے باپ عبد مناف نے ان کو تلوار سے جدا کیا تھا، اور اندیشہ تھا کہ دونوں میں سے ایک یا دونوں مر جائیں گے۔ مگر دونوں زندہ رہے جوان ہوئے اور ایسی لڑائی ٹھنیں کہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ آخر ادھر ادھر کے چند آدمیوں نے مل کر فیصلہ کیا۔ ہاشم بدستور کعبہ کے متولی رہے اور امیہ کو دیس نکالا ملا۔

ن ایک طاقت ہے جو اپنی قدرت کے کرشمے دیکھ اور دکھلا رہی ہے کسی تھا کہ ابراہیم کی دعا انبیا سے ظاہر کی منزل میں ہے۔ توریت۔ زبور وہ مقدس کتابیں جو خدائی پیغام سمجھی جاتی ہیں کہ موسیٰ۔ داؤد۔ عیسیٰ کے دل جیسا ہی کوششوں میں پوری طرح کامیاب نہ ہوئے، اور ی اعمال نے مایوس کر دیا تو خدا کے حضور میں جھک کر وہی الفاظ پر لائے اور التجائے ابراہیمی سے ہمنوا ہوئے۔ مگر زندہ دنیا کا شے ہر انسان اور کائنات کی روح اور ہر شے بے خبر تھی کہ قدرت کا کمال نی کی اندھیری فضا میں کون سا قمقمہ روشن کر رہی ہے، اور

چودھویں رات کا وہ چاند جو اس دنیا کو جگمگا دے گا اور سرزمین عرب کی وہ قندیل جو ایک عالم کو منور کر دے گی اور چمنستان حجاز کا وہ پھول جو جہاں کو مہکا دے گا، کہاں ہے کس گھر میں ہے اور کس انسان میں ہے۔

عبد مناف کے بیٹے ہاشم (جو خانہ خدا کی خدمت اور حجاج کی مہمان نوازی میں مصروف تھا) کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ قدرت میری زندگی سے کیا کام لینے والی ہے اور جھوٹے بتوں کے سچے خدا نے میرے سپرد کونسی خدمت کی ہے۔ میں اس امانت کا بار اٹھا رہا ہوں، جو وراثتاً باپ دادا سے میرے پاس آ رہی ہے اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی وہ دعائیں کو فرشتوں نے سینچا ہے۔ میرے جسد خاکی میں نشو ونما پا رہی ہے۔

# عبدالمطلب کی پیدائش

خانہ کعبہ کے متولی ہاشم کا نکاح سلمیٰ سے ہو چکا اور اس واسطے کہ نکاح کی پہلی شرط یہ تھی کہ پہلوٹی کا بچہ خانہ لڑکی کے میکے میں ہو، سلمیٰ مکہ سے مدینہ آ گئی اور اس کے پیٹ سے وہ بچہ پیدا ہو گیا، جو دنیا میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ مگر ہاشم اپنے بچہ کی بہار نہ دیکھ سکے اور ایک موقعہ پر حالت سفر میں بیت المقدس سے تھوڑی دور مقام غزا پہ بچہ کو یتیم، اور بیوی کو بیوہ چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا اور اس طرح عبدالمطلب کی پرورش ننھیال میں ہونے لگی۔

قانون قدرت کے موافق دنیا اور اس کے لینے والے آج بھی مستقبل سے بے خبر ہیں۔ عبدالمطلب کو معلوم نہیں کہ اس زندگی ایک دریا کا سرچشمہ ہو گی۔ جس کی موجیں عالم کو سیراب کر دیں گی، عرب کی تپتی ہوئی سرزمین

جہاں کو سوں پانی اور پتہ کا پتہ نہیں، لالہ زار ہو گی، اور اس کی گود سے ایسا بچہ پیدا ہو گا جس کی شمع حیات پہ کائنات پروانہ وار نثار ہو گی۔ انسانیت اس کے نام پہ قربان ہو گی، اور ملائکہ اس کے نام درود پڑھیں گے۔

دعائے ابراہیم سینہ بہ سینہ
بدلتی ہوئی نام باپ اور ماں کا
دکھاتی ہوئی قدرت حق کا جلوہ
بتاتی ہوئی راز کھوٹے کھرے کا
خدائی کے قانون میں آ رہی تھی!
سوئے آمنہ اب چلی جا رہی تھی
اور قصیٔ اور ہاشم مناف اور شیبہ
رہا پشت میں جن کی یہ دُرِّ یکتا
خوشا ان کی قسمت ہے اوج ان کا
سلام اس پہ جس کے تھے باپ دادا
بتوں کی خدائی کو ٹھکرا رہے تھے
خدا کی امانت کو پہنچا رہے تھے

# عبدالمطلب کی شادی اور بیٹے کی قربانی کا واقعہ

جب عبدالمطلب کی عمر نے نورانی چہرہ پہ جوانی کا تاج رکھا اور لڑکپن کی امنگیں ختم ہوئیں تو دستور کے موافق ان کی شادی کے پیام آنے لگے اور نکاح ہو گیا۔ کعبۃ اللہ کی خدمت اور مزاج کی صلاحیت ان کی غیر معمولی شہرت کا سبب ہوئی۔ کئی بچوں کی پیدائش کے بعد انھوں نے منت مانی کہ میرے ہاں اگر دس لڑکے پیدا ہوئے اور میری آنکھوں نے ان کی جوانی کی بہار دیکھ لی تو اپنے دادا ابراہیم کی منت ایک لڑکے کو خدا کے نام پہ قربان کر کے ادا کروں گا۔ ان کے سب سے پیارے بیٹے کا نام عبداللہ تھا اور وہی سب سے چھوٹے تھے۔ قربانی کا منشا پورا کرنے کے واسطے باپ نے اپنے بیٹے کو چھانٹا اور شفقت پدری کے آنسوؤں میں جب ناممتا آواز کو روک رہی تھی۔ اپنا خیال لڑکے پہ ظاہر کیا، عبداللہ کی رگوں میں اس اسمٰعیل کا خون دوڑ رہا تھا جس نے خدا کی راہ میں چھری کے سامنے گردن رکھ کر قربانی کی ایک مثال پیش کی جس کی یادگار آج تک مسلمانوں میں عیدالاضحٰے کے موقع پر منائی جا رہی ہے۔ باپ کا حکم سنتے ہی سعادت مند بیٹے نے گردن جھکا دی اور کہا بسم اللہ اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو، اور یہ فانی زندگی خدا کے واسطے قربان ہو جائے، عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے الفاظ سنتے ہی کلیجے سے لگا لیا، آبدار تلوار ہاتھ میں لی اور عبداللہ کو لے کر ذبح کرنے چلے۔

دنیا پہ راج کرنے والی آسمانی حکومت باپ بیٹے کا معاملہ دیکھ رہی تھی۔ زمین مسکرا رہی تھی اور آسمان قہقہے لگا رہا تھا کہ زندگی سے بیخبر انسان کیا کر رہا ہے۔ عبدالمطلب کو خبر نہیں کہ جس بیٹے کو قربان کر رہا ہوں موت خود اس کی حفاظت کریگی۔ یہ زندہ رہے گا

گا اور اس بچہ کا باپ ہوگا جس کے مبارک ہاتھ قیصر و کسریٰ کی حکومت کا خاتمہ کرینگے اس کی مقدس زندگی پر وہ دنیا سے شرک و بت پرستی مٹا دیگی۔ عرب کی قوتیں اسکے دربار میں سرنگوں ہونگی۔ اور دنیا کا ظلم اس کی سرکار میں رحم سے بدلے گا۔

وقت آگیا کہ زمین کعبہ عبدالمطلب کے لڑکے اور خاتم النبیین کے باپ عبداللہ کا خون اپنی گود میں لے۔ لڑکا زمین پر چت لیٹا ہوا ہے اور باپ نے اس کی گردن پر تلوار رکھ دی ہے۔ دفعتہً قریش کا جم غفیر چلایا، تڑپا، کھڑا ہوا اور کہا :۔

عبدالمطلب اگر تو نے عبداللہ کو ذبح کر دیا تو تیری قربانی قریش میں فرض ہو جائے گی اور ہر باپ کو اس پر عمل کرنا پڑیگا تو خانہ کعبہ کا متولی ہے تیرا فعل سند ہوگا اور ہم اپنے بچوں میں ایک ایسی رسم چھوڑ کر مرینگے جو انتہائی ظلم ہوگا تو اپنی منت کو اونٹوں سے بدل کر وعدہ پورا کر اور ہم کو اس رسم سے نجات دلا"

عزیزوں کے یہ الفاظ سن کر عبدالمطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور دو سو اونٹ بیٹے کے بدلے قربان کر دیئے۔

# عبداللہ کی شادی

جب عبداللہ کی مصیبت شادمانی سے بدلی اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہ حسن صورت و سیرت کے اعتبار سے عربستان کی مالک ہے تو لڑکیاں اور ان کے والدین شادی کے آرزو مند ہوئے اسکا کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جسکی یہ خواہش نہ ہو کہ اپنی لڑکی عبداللہ کے نکاح میں دے مگر عبداللہ کی زبان پر قدرت نے اس وقت تک مہر رکھی جب تک عبد مناف کے لڑکے وہب کی بیٹی آمنہ کا پیام نہ آیا۔ بی بی کی بابت مشہور تھا کہ وہ سنجیدہ خاموش اور قانع لڑکی ہے۔ ہر حال میں راضی اور ہر دکھ میں شکر ادا کرتی ہے۔ عبداللہ کی رضامندی پر ان کا نکاح وہب کی لڑکی آمنہ سے ہوا۔ اور دونوں میاں بیوی مدینہ میں رہنے سہنے لگے۔

برگزیدہ انسانوں کی خاموش التجا مستقبل سے بیخبر اور کھلے ہوئے الفاظ کا نتیجہ یہ وہ خفا میں تھا دنیا کی بسنے والی مخلوق لاعلم تھی کہ وہ انسان جس نے دہکتی ہوئی آگ میں کھیلتے ہوئے پھول دیکھے فانی بستی سے کس طرح رخصت ہوا اور اسکی دعا قبولیت کے کس حصہ میں ہے موسیٰ کا شوق دل میں رہا داؤد کا ارمان پورا نہ ہوا اور عیسیٰ نے اپنی آرزو کے پورا ہونیکا وقت نہ دیکھا۔ مگر ابراہیمؑ کی تخم ریزی کو ان خواہشوں نے پانی دیا وقت آرہا تھا کہ نبیوں اور پیغمبروں اور فرشتوں اور انسانوں کی امیدیں نکا لہلہاتا پھول دنیا میں ظہور کرے اور وہ انسان جس کی تشریف آوری کا کائنات میں غلغلہ تھا دنیا کی تاریک فضا کو اپنے جمال سے منور کردے دونوں دولہا دلہن عبداللہ اور آمنہ جن کے پیٹ سے دنیا اور دین کا دولہا پیدا ہونے والا تھا ابھی خوشی اپنا وقت گذار رہے تھے عبداللہ کی زندگی سے قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ختم ہوا۔ خدائی انتظام یہ تھا کہ عبداللہ کی زندگی اپنا فرض منصبی ادا کرنیکے بعد ختم ہو۔ وہ آمنہ کو بیوہ چھوڑ کر اپنے بچے کے دیدار کو ترستا ہوا دنیا سے رخصت ہوا اور یہ دونوں میاں بیوی جو انسان کامل کے ماں باپ بننے والے تھے کسی معمولی بچہ کی پیدائش کا سبب نہ ہوں۔

## عبداللہ کی موت

بی بی آمنہ کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی امید گھر دو نواح میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ عبداللہ اور عبداللہ کا باپ عبدالمطلب باغ باغ تھے اور تمام قریش ان کی اس مسرت میں برابر کے شریک تھے یہاں تک کہ منتظم حقیقی کے انتظام کا وقت آپہنچا اور اچھا بھلا عبداللہ چند گھڑیوں میں چٹ پٹ ہوگیا۔ جوان بیٹے کی موت نے جو باپ کو سب سے زیادہ عزیز تھا آنکھوں میں دنیا اندھیر اور شوہر کے فراق ابدی نے جو زندگی کا بہترین رفیق تھا بی بی آمنہ کی زندگی وبال کر دی عبدالمطلب کا گھر ماتم کدہ بنا، قریش کی خوشیوں پہ پانی پھیر دیا۔ اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ عبدالمطلب بچہ کی نشانی آمنہ

کو کلیجے سے لگائے اور اس وقت کا انتظار کرے جب جوان شیر کی یادگار دنیا میں ظاہر ہو اور یہ سر بدلے کا سر باپ کے بدلے دادا کا دل ٹھنڈا کرے۔ عبدالمطلب کی آنکھیں بیٹے کے فراق میں خون کے آنسو رو تی تھیں اور بی بی آمنہ کا دل شوہر کے خیال میں مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا مگر دونوں کو پتہ نہ تھا کہ دادا کے گھر سے اور ماں کے پیٹ سے ایک ایسی نعمت کا ظہور ہونیوالا ہے جس کے قدموں میں دنیا اپنا سر رکھے گی اور خاندان قریش میں آمنہ کے پیٹ سے وہ لال پیدا ہوگا جس کی روشنی دنیا کو منور کر دیگی۔ وقت اپنے تیز پروں سے اڑا چلا جا رہا تھا عبدالمطلب کی گریہ وزاری اور بی بی آمنہ کا نالہ و فریاد اس کی پرواز کو نہ روک سکا تا آنکہ ربیع الاوّل کا چاند آسمان عرب پر نمودار ہوا۔

## حضورؐ کی تشریف آوری

دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی، اور علم نہ تھا کہ اس مہینہ کا چاند اپنے ساتھ کیا لایا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچہ کی پیدائش کا نقارہ بجا رہے ہیں، جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کایا پلٹ دیگا۔

چھٹی صدی عیسوی نے اپنی ستر منزلیں طے کر لی تھیں اے۵ء کا موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔ ربیع الاول کی آٹھویں اور اپریل کی چودھویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں ہو کے درد زہ کی خبر پہنچی اور آناً فاناً گھر اور اس کی چار دیواری عورتوں سے بھر گئی چلنے والے قدم آنیوالی بیبیوں اور جمع ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہوچکا قدرت کی محبوب ترین مخلوق ہوگا۔

اور ہم اس پہ سو جان سے قربان ہوں گے۔

رات کا دورہ ختم ہو چکا۔ آسمان نے کروٹ بدلی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائران خوش الحان یتیم عبد اللہ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی۔ روشنی اندھیرے پر غالب آئی۔ صبا اٹکھیلیوں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ آمنہ کے لال پر تری کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ بار آور شاخوں نے ارض حجاز کو بوسہ دیا۔ نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساط ارضی کو چوما۔ ہوا نے اس مقدس نام کی تسبیح پڑھی۔ خوش رنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کا ہم آہنگ ہوا۔ آسمان عرب نے عبد المطلب کے گھر دار اس یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ جگر پارے عبد اللہ کے لخت جگر پہ قربان ہوئے اور مخلوق فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔

آتش نمرود کے ذرات پھولوں کا لباس پہن کر زر و جواہر کی کشتیوں میں دعائے ابراہیمی کو سر پر رکھے عبد المطلب کے گھر پہ نمودار ہوئے۔ دار اس یوسف کی دیواریں تعظیم کو جھکیں۔ فرحت کی جھڑیاں برسیں۔ ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارک بادیوں کے نغموں میں سرگرم ہوئے۔

یہ بزم طرب اور خوشی کی گھڑی
مسرت کی ہر سو لگی ہے جھڑی
عقیدت سے یاں دست بستہ کھڑی

نگاہ آنکھ تجھ بن ہے سونی پڑی
فدا تجھ پہ سو بار صلِّ علیٰ

غلام اور کنیزیں سی یہ لونڈیاں
بصد عجز و منت ہیں حاضر یہاں
کرم ان پہ ہو اے شہِ مرسلاں
بنا ان کی محفل کو رشکِ جناں
شہِ دو جہاں! اپنا جلوہ دکھا

گنہگار آنکھوں میں طاقت نہیں!
یہ دو چار ہوں تجھ سے ہمت نہیں
ترے سامنے ہوں یہ جرأت نہیں
نگہ بھر کے دیکھیں یہ قدرت نہیں
شہِ دوسرا جلد آ جلد آ

دلِ مضطرب پر بڑی ہے بنی!
نظر آسماں پر ہے اس کی لگی!
یہ بزمِ کنیزاں ہے خالی پڑی
اسے جگمگا التجا ہے یہ ہی!
سما جا ان آنکھوں میں آ جلد آ

زمین و زماں تجھ پہ قربان ہو

ملائک سے ارفع تری شان ہو
تو دنیا میں بے مثل انسان ہو
خدا تیرا حافظ نگہبان ہو
فدا تجھ پہ جاں جلد آ جلد آ

حیات انسانی کی تاریخ ان واقعات سے محروم نہیں۔ جب قدرت کے زبردست ہاتھوں نے اپنی طاقت پہ فخر کیا ہے۔ صانع حقیقی نے اپنی صنعت کو سراہا اور احسن الخالقین نے اپنی خلقت پہ ناز کیا۔ آج کتاب زندگی کا یہ باب بند ہوتا ہے۔ اوصاف انسانیت ختم ہوتے ہیں اور آدمیت کی تمام صفتیں جمع ہو کر ایک ذات میں رونما ہوتی ہیں۔ رحم و کرم کی حسین دیویاں خلق و مروت کے تروتازہ گلدستے ہاتھوں میں لیے عبداللہ کے گھر میں نمودار ہوئیں خلوص و صداقت کے کفش بردار چہرے راستی و ایثار کے جواہرات سے مزین ہو کر سامنے آئے، عبادت و ریاضت کے علمبردار شرک و بت پرستی کو تاراج کرتے ہوئے خانہ کعبہ پہ توحید کے جھنڈے گاڑنے لگے۔ آسمان فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ زمین اپنی خوش نصیبی پہ فخر کرنے لگی اور وقت قریب آ گیا جب دنیا کے ہاتھ اس بچہ کو اپنی آغوش میں لیں جس کو روئے زمین کی اصلاح کرنی ہے۔ ارضی و سماوی کائنات کی نظریں اس جمال پہ پڑ رہی ہیں جو ایک عالم کو منور کرے گا اور وہ فخر موجودات ظہور پذیر ہوا جس کے مبارک قدموں میں سرکش گردنیں جھکیں گی اور عدل حقیقی اسی کے پاؤں چومے گی۔

آمنہ کے لال! تیری پیدائش ایک نعمت ہے جو خدا ہم کو عطا فرما

رہا ہے تیرا مبارک وجود جس نے کارخانۂ حیات کو زیر وزبر کر دیا۔ تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تہلکہ مچا دیا۔ قدرتی انعام تھا عبداللہ کے یتیم! تو انسانیت کا سرتاج تھا، جو ہم کو آدمیت کے معنی بتا گیا۔ تیری زندگی جس نے عدل نوشیروانی کو شکست دی، اور عرب کی سنگلاخ زمین پر خلق و مروت کے دریا بہا دیئے۔ عطیہ خداوندی تھا۔ دنیا کو روشن کر دینے والے چاند شیر و بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینے والے بادشاہ! بڑھیا بھکارن کی صدا پر لبیک کہنے والے آقا!! یتیم کے زخموں پر مرہم رکھنے والے طبیب! بیوہ کے داغوں کو پھول بنا دینے والے باغبان! تو نے دکھایا اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک انسان بغیر کسی فوج اور لشکر کے لاتعداد دلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔ عرب کی جہالت کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بتوں کو ڈھانے اور شرک کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بتوں کو ڈھانے اور شرک کو مٹانے والے رسول! تو نے سنایا اور ہم نے سنا، تو نے زبان سے فرمایا اور ہم نے آنکھ سے دیکھا کہ ایک تن واحد کی صداقت گروہ اور جماعت تک اور عالم کے مقابلے میں کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ تیرے کرم نے اندھے کی آنکھوں میں لہریں لیں۔ تیرے رحم نے اپاہج کے دل میں رحم کیا۔ تیرے خلق نے جانی دشمن کی عداوت ختم کی اور تیری خدا پرستی نے غیر کو عزیز بنا دیا۔

رسالت کے لازوال چمنستان میں خالق حقیقی نے نبوت کا تاج تیرے

تیرے سر پہ رکھا اور دنیا کی محدود آبادی میں دشمن تیری صداقت پہ اور اغیار تیری امانت پہ قربان ہوئے۔ صداقت کے مجسم پتلے! ایثار کے کامل انسان تو نے دنیا کے ہر گوشے کو اپنی روشنی سے چمکایا، آمنہ کے لال اور عبداللہ کے یتیم تو نے عالم میں اپنی انسانیت کا ڈنکا بجا دیا۔

# آپ ظہور فرما تشریف لائے

آمنہ کی گود میں — عبدالمطلب کے گھر میں — ہماری آنکھوں میں

**خدا کے حضور میں التجا** آج جب کہ تکبیر و تحمید کے پڑھنے والی چند انسانی ہستیاں کنیزوں کی صورت میں اکٹھے

اور تھوڑے سے مرد غلاموں کی حیثیت میں اس غرض سے اور اس مقصد سے اس مجلس میں حاضر اور جمع ہوئے ہیں کہ دنیا کی اس مبارک گھڑی کی یاد تازہ کریں جب مادر گیتی کے پیٹ سے دونوں جہان کا بادشاہ پیدا ہوا اور قدرت نے عبدالمطلب کی بہو آمنہ کی گود کو اس نعمت سے مالا مال کیا، جس نے دنیا کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ سب سے پہلے ہماری سیاہ پیشانیاں اور گنہگار گردنیں اس خالق موجودات کے حضور میں جھک کر شکر ادا کریں جس نے اپنے فضل و کرم سے انسانیت کی اجڑی ہوئی کھیتی لہلہا دی اور انسانی صورت میں وہ انعام عطا فرمایا جو ہم جیسے گنہگاروں کو منزل مقصود پہ پہنچا گیا جس کی پاک زندگی ہمارے واسطے ایک شاہراہ چھوڑ گئی جس کے مقدس ہاتھ ہمارے واسطے قصر اسلام کی ایک ایسی بنیاد رکھ گئے جہاں کے رہنے والے آج بھی راج کر رہے ہیں۔

زندگی اور موت کے مالک! ابراہیم کی التجا کو سننے والے بادشاہ! عرب

کی زمین سے بطحا کی خاک سے مطلب کے گھر سے آمنہ کے پیٹ سے نور پیدا کرنیوالے
آگ میں ابراہیم کی چھری کی دھار میں اسمٰعیل کی قید زندان میں یوسف کی اندھی
آنکھوں میں یعقوب کی پکار پہ پہنچنے والے آقا! آج اس مبارک ساعت میں جب
عید میلاد اور اس کی پیدائش کا وقت ہے جو تیرا تھا اور حبیب کا نور ہے۔ ہماری فریاد
سن، ہماری التجا منظور فرما، اور ہماری دعا قبول کر۔

حکیم علی الاطلاق! گنہگار ہیں رحم کر۔ احکم الحاکمین! مجرم ہیں درگزر کر۔ خالق!
روسیاہ ہیں معاف کر۔ کس منہ سے کس دل سے۔ کس زبان سے التجا کریں۔ ہم
کو نہ دیکھ۔ ہمارے اعمال کو نہ پرکھ۔ ہمارے افعال کو نہ جانچ۔ دیکھ اپنے کرم کو
کریم ہے۔ نظر ڈال اپنے رحم پہ رحیم تو! اور معاف کر ہمارے گناہوں کو۔ علیم الحکیم ہے!
نارِ نمرود کے آسمانی شعلوں کو گلزار بنانے والا تو تھا۔ بچھڑے ہوئے یوسف کو
اندھے باپ کے سینے سے چمٹا دینے والی قدرت تیری تھی۔ آبدار چھری کی دھار
سے اسمٰعیل کو زندہ بچانے والا تو تھا۔ نوح کی کشتی کو قیامت خیز طوفان میں کنارے پہ
پہنچانے والی طاقت تیری تھی۔ صدقہ نوح کی دعا کا واسطہ ان آنسوؤں کا جو یعقوب
کی آنکھ سے یوسف کے فراق میں گرے۔ اور طفیل اس باپ کا جو پیارے کی بوٹی
پہ کلیجے کے ٹکڑے کو تیری راہ میں ذبح کر رہا تھا۔ ہماری دعا قبول کر۔ ہماری
مرادیں بر لا۔ اور ہماری فریاد سن!

عفو الرحیم! گنہگار بندے نادم و شرمسار تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں
ہماری زبانیں گنگ ہیں۔ ہماری آنکھیں اندھی۔ ہمارے دل کھوٹے۔ ہمارے
منہ چھوٹے۔ تیری ذات ارفع۔ تیری شان اعلیٰ۔ تیرا کام کرم۔ تیرا شیوہ رحم!
دکھا اپنی قدرت کے کرشمے۔ اور قبول کر ہماری دعا۔ ظاہر کر اپنی شان کریمی،
اور سن ہماری التجا۔

رب العالمین! دل کو ہمت دے۔ جسم کو طاقت دے۔ دعا کو اثر دے
التجا کو قبولیت بچوں کی زندگی عزیزوں کو خوشی رزق میں برکت حوصلہ
میں جرأت قلب کو اطمینان مشکل کو آسان مقاصد کی تکمیل
آفات کی تسہیل مرنے والوں کی مغفرت بیماروں کی صحت خیر سب
کی خیر دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہو یا غیر۔

معصوم بچے گڑگڑا گڑگڑا کر، توتلی زبان میں تتلا تتلا کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ تیری سرکار میں ملتجی ہیں۔ صدقہ اس بچہ کا جو آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ طفیل اس کا جس نے حلیمہ کا دودھ پیا۔ اور واسطہ اس کا جو عبدالمطلب کی گود میں کھیلا۔ ان بچوں کی فریاد سن، ان کی دعا قبول کر۔ ان کی عمروں میں ترقی دے، مقدر میں اقبال دے۔ دولت سے خوشحال کر، علم سے مالا مال کر۔ نافرمان لونڈیاں بصد ادب ہاتھ جوڑے اور سر جھکائے اپنی آرزوئیں لیکر اپنی مرادوں کیساتھ اس وقت کہ مجلس میلاد اس کی ہو جسکی تو نے سنی۔ ذکر اس کا ہے جو تیرا محبوب تھا، اور وقت پیدائش اس کا جو پوشیدہ تھا ابراہیمؑ کی زبان میں، اور نوحؑ کے طوفان میں سربسجود ہیں۔ بر لا انکی مرادیں، اور سن ان کی فریادیں۔ مولائے کریم! انکے سہاگ قائم رکھ۔ انکے راج رہتی دنیا تک سرسبز رکھ، ان کے شوہروں کو عمر دے انکے بچوں کو برکت دے رزق میں سلوک دے میاں بیوی میں محبت دے بہن بھائی میں صحت دے بیماروں کو۔ رہائی دے گرفتاروں کو۔ توفیق دے عبادت کی شوق دے علم کا پورے کر ارمان۔ خاتمہ بالخیر۔

طائران حرم نے چہچہا کر رات کی خاموشی کو وداع کیا۔ زیتون کی بار آور شاخیں قمقموں میں مصروف ہوئیں۔ نور کی ٹھنڈی ہوا کی گود میں دنیا کے اس نئے مہمان کی آمد کا اعلان

گھڑی ہوئی جس کے انتظار میں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں، عبداللہ کے گھر نازل ہوئی۔ آسمانی چاندنی عاشق جگر جس نے پورے فضائے بسیط میں آمنہ کے گھر کا طواف کیا دار ابن یوسف کی دیواروں پر رنگین چاندنی کے شوق میں آ پہنچی خوش الحان پرندے نغمے گانے لگے سرسبز درختوں کی منڈیر پر صبح صادق کا سہانا وقت تھا۔ عالم شوق کا اک نغمہ کا ہر ذرہ نعت سیدنا کے نغمے گانے لگا۔ تارے جھلملا چکے۔ ہوا چلی ہلکی ہلکی صبا کو خطر میں ڈال دیا۔ پہاڑ مکہ کا ذرہ ذرہ آمنہ کے لال کی تعظیم کو تیار ہو گیا۔ خانہ کعبہ کی دیواریں ساکت و خاموش ہو گئیں ابراہیم کا ورد کرنے میں مشغول وحدت کے گیت گانے لگے آج تو اللہ کے نور سے جھونکے لرز رہے تھے اور مبارک وصل ساعت کی منادی ہر سمت سے بلند ہو رہی تھی۔

سپیدہ سحر کا دامن آہستہ آہستہ سپید ہو رہا ہے اور قدرت کا ہاتھ دستِ صبح فضائے شب کو چاک کر کے سپیدۂ سحر نمایاں ہو رہا ہے۔ ہوا خاموش ہے تارے رنگ رہے ہیں۔ چہچہاتے پرند کر اور بلبل نے چہک کر باد الفت کا ترانہ گایا۔

آٹھویں ... رسول اللہ

آمنہ کی گود میں عبداللہ کے گھر میں، پیارا سا آنکھوں والا بچہ ہوا وہ ساقیٔ اور ... جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور تم دن میں ہو کر ... اور نور سے اجالا۔

اٹھا ہے شوق سے جس کا دنیا کا ہر ذرہ
دکھا تو ہم کو اب جلوہ مصطفیٰ اپنا
تیرے ہی نور سے روشن ہو گوشہ گوشہ عالم کا
دکھا دے چاند سا مکھڑا اے مصطفیٰ اپنا
طالب شعر ... انسانی ... روحانی

درود ہو تجھ پہ اے آقا محمد مصطفیٰ آجا

سمجھے ہیں جاہل قربت کے محبت ہے نہ الفت کے
دکھا نقشہ صداقت کا محمد مصطفیٰ آجا

بتوں کی اب خدائی ہے خودی دل پہ چھائی ہے
بجا توحید کا ڈنکا محمد مصطفیٰ آجا

زبوں و خوار ہے عورت نہ وقعت ہے نہ عزت ہے
بڑھا دے مرتبہ اسکا محمد مصطفیٰ آجا

بری گت ہے یتیموں کی غلامی کی سی حالت ہے
مٹا ہے نام شفقت کا محمد مصطفیٰ آجا

سراپا رافت کا نام ہے تیرا محمد نام ہے تیرا
خدا کا واسطہ مولا محمد مصطفیٰ آجا

چادر شب قریب قریب چاک ہو چکی تھی اور شہسوار مشرق اپنی پوری جمعیت کے ساتھ یتیم عبداللہ کی پابوسی کو آگے بڑھ رہا تھا کہ بی بی آمنہ کے پہلو میں اس بچہ کے رونے کی آواز بلند ہوئی جس پہ دنیا کے ننھے قربان تھے۔ فضائے آسمانی کی تاریکی نور سے بدلی، رات نے دن کا لباس پہنا اور آسمان نے زمین کے کان میں مبارکباد پیش کی۔ مکے کے خوش الحان طائر مصروف نغمہ سنجی تھے قریش کی عورتیں لڑکے کی پیدائش پہ باغ باغ ہوئیں عبدالمطلب نہال نہال تھے۔ اور آمنہ بی بی کی باچھیں کھل رہی تھیں۔

دنیائے ناپائیدار کا وہ بہترین انسان جو زندگی کی شرح اور انسانیت کی جان تھا ظہور فرما چکا۔ جس کی پیدائش پر مبارک سلامت کی دھوم دھام فرش سے عرش تک بلند ہو رہی ہے۔ آمنہ بی بی کے کلیجہ سے لگا ہوا ہے وہ نور کی پتلی روشنی

کا شگفتہ جس کی چمک دمک عالم میں پھیلی دنیا میں تشریف لے آیا۔ تخیل کی گلکاری کا تماشا ہے کہ اس پھول پر بصد شوق قربان ہو رہی ہے۔ صحت دماغ اور سلامتی عقل آنکھیں بند کرکے بزم عبداللہ کے استقبال کو آگے بڑھی ہے اور عجز و ادب ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر درود و سلام کا حقیر ہدیہ ان الفاظ میں پیش کرتی ہے۔

"بزم میلاد کے دولہا! دل اور جان دونوں تجھ پر سے قربان عمر اسی انتظار میں ختم ہو رہی ہے کہ زندگی پروانہ وار تیرے نام پر نثار۔ لاریب تو انسان تھا مگر کیسا۔ بلا شبہ تو بشر تھا لیکن رحیم۔ تو نے بندہ بن کر دنیا میں خدائی اور فرش پر بیٹھ کر عرش پر حکومت کی۔ تو خاک نشین تھا مگر تو نے شہنشاہ بنا دیئے۔ تو بیکس تھا لیکن دنیا تجھ پر ایمان لائی۔ آمنہ کے لال! آسمان وہ ساعت بھول نہیں سکتا جب زمین کا ہر ذرہ تیرا دشمن تھا مگر تیری مسکراہٹ نے تجھ کو اپنا بنا لیا۔ دشمن اور خون کے پیاسے جو تیرے سر کے خواستگار تھے تیرا کلمہ پڑھنے لگے۔ خالد جیسے بہادر کی گردن تیرے سامنے خم ہوئی اور عمر جیسے مخالف تیرے قدم چومنے۔ دنیا کی تاریخ تیرے سامنے ششدر اور تیری زندگی دنیا کے واسطے نمونہ۔ تیرا نظام ہی ملک کا منقش تیرے قول پر عمل کرلیتے ہوا اور وقت راستی کا تاج سر پر رکھے۔ دشمن تیرے شیدا ہوئے اور اغیار تیرا کلمہ پڑھتے ہیں۔ صداقت تیری اکبر ہے اور امانت تیرے سینہ کا۔ ایثار تیرے دربار کا۔ اور ہمدردی تیری سرکار کا خاص۔ غنا تیری بات سے۔ اور حقیقت تیری ذات سے پیدا اور نمودار ہو۔

رسالت کے معنی تو نے بتائے۔ نبوت کی تفسیر تو نے کی۔ انسانیت کا خزینہ تو نے کھولا۔ اور بندگی کا راز تو نے بتایا۔ محبوبیت کا مرحلہ تیری شان تھی۔ اور توحید کا ڈنکا تیری زبان۔ آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بادشاہ! ہم لونڈی غلاموں کا سلام قبول فرما۔ چمنستان تخیل کو اپنے رحم سے تر و تازہ کر۔ ہمارا حقیر ہدیہ منظور کر۔ اپنے کرم سے اور اپنے رحم سے۔"

خدا کے نام سے نا آشنا ہر ایک انساں تھا — نہ قانونِ عبادت تھا تعلق تھا نہ رشتہ تھا
وجودِ پاک نے تیرے خدا کا رنگ دکھلایا — زبانِ پاک نے تیری خدا کا نام بتلایا

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہو تجھ پہ اے آقا

قیامت خیز گھڑیاں کفر کی العظمت للہ — ستم کے سلسلے جاری نظام کا تھا ایک تماشا
حقیقت تو نے دکھلائی بتایا راز پوشیدہ — خس و خاشاک تو نے صفِ اعلیٰ پہ پہنچایا

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہو تجھ پہ اے آقا

خدا نے زندگی دی آدمیت تو نے دی آقا — قیاس رنگ تھا جو وہ کو صیقل تو نے دلوایا
فنا انسانیت ہو کر بہیمیت کا دور تھا — ہدایت تو نے کی اور امتیازِ نیک و بد بخشا

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہو تجھ پہ اے آقا

دغا کا دور دورہ تھا گھڑی آفت کی آئی تھی — جو بارش تھی تو ظلموں کی گھٹا نخوت کی چھائی تھی
محو ہو کر خدا کا نام قوت کی خدائی تھی — مگر ہستی تری نامِ خدا ساتھ اپنے لائی تھی

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہو تجھ پہ اے آقا

حیا خلق و ایماں سب تھا تجھ سے منتظر تھا — نہ تھی کمزور کی عزت نہ مجبوروں کی تھی وقعت
بجا کلفت تو آفت دی آسائش و راحت — غلامی تو نے کی خدمت تو دی عورت کو تقویت

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

یتیموں کی طرف تو نے بڑھایا ہاتھ الفت کا — دیا بوسہ سروں پہ ان کے تو نے رحم و شفقت کا
دکھایا رنگ انسانی بتایا طرز الفت کا — غریبوں بیکسوں پر تو نے رکھا ہاتھ رحمت کا

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

خدا کا فضل تھا اسلام آیا نورِ خدا تو تھا — شمعِ توحیدِ باری کی جو تھی تو اس کی ضیا تو تھا
[illegible] — نہ ہوتا فضل گر تجھ پہ تو تنہا تو کیا تو تھا

درود تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

زباں احسانِ اخلاقی کہاں تک بیاں کر پائے — بکھیرے ہیں جو تو نے پھول کیا ان کو چھوا جائے
تمہارے احسان کا دنیا میں بدلا ہو تو کیا ہو — کہ ذکر خیر خود سنے اوروں کو سنوائے
درود ہے تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

(ذکر ولادت ختم ہوا)

---

# سلام

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سرّ وحدت اے سراج بزم ایمانی
تجھے ہے عزت افزائی تجھے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دو
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

تری صورت تری سیرت ترا نقشا ترا جلوہ
تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسرائی و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرہ کو تابانی
حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو!
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی!
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

# عالم شیر خوارگی

حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہو چکی۔ جس رسول کی التجا خلیل نے الٰہی سے کی
ظہور فرما چکا، اور اب انسان کی پیدائش کا ارمان دنیا کے جلیل القدر پیغمبر اپنے
دل میں لے کر گئے اس وقت آمنہ بی بی کے پہلو میں خاموش بیٹھا ہو علیہ الصلوٰۃ کے
خوش نصیب مکان کی مبارک کھڑکیوں کے رستے کا ستارہ ہو استقبال کر رہی ہے
ہوا کے خاموش ہاتھ اس کو چوریاں پیش کر رہی ہیں اور آفتاب غیب کی دھندلی
روشنی ادب سے جھک رہی ہے۔

مسلمانو! شوق کی آنکھیں کھولو اور دیکھو کس احترام سے آمنہ کے لال کی
آنکھوں میں حاضر ہو رہی ہے۔ ساعت کی جاگی ہوئی حوریں جو بڑی کوشش سے اپنے
گیسو ہاہر کیے ہوئے ہیں کو لپیٹ رہی ہیں اسکی آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑیاں
برسا رہی ہیں سے زبان معصوم سے چاہا ہے کہ طہارت سے مجھے سمجھے تو ہر کی یاد
تازہ کر دی زبان خاموش رہی مگر دل خون ہو کے آنسو بن گیا عبداللہ کی تصویر آنکھوں میں
پھر گئی غور سے دیکھا تو وہ تصویر مجسم ہو کر آنکھ سے اوجھل ہو گئے پہلوں میں ہو کر تھا اسکی نشانی
حبیب پڑی تھی مصطفیٰ اور قریش معاملہ کی اس بہترین دفعہ کے ساتھ
سے جو یتیم عبداللہ کی صورت میں آمنہ بی بی کے پہلو میں چھپا ہوا تھا واقف تھے اور یہ
جانتے تھے کہ دنیا کا حارس ذوق و شوق ان رسیلی آنکھوں کو دیکھتا ہوا آمنہ کے سینہ
جسم اطہر سے چمٹا رہا ہو اور عقیدت محبت کی پلکیں سی جگر گوشہ عبداللہ کا تصور اٹھا اٹھا کر
رہی ہے پیاری پیاری آنکھیں کھل رہی ہیں اور بیچ رہی ہیں یہاں تک کہ شفیق نے اپنی
آنکھیں مبارک قدموں سے مل کر آغوش میں اٹھا لیا۔

عبداللہ کے یتیم کی پیدائش کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ گذر چکے۔ آمنہ بی بی

زمین کعبہ کی فضیلت کا اقرار کر چکا۔ عبدالمطلب اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ عبداللہ
کے دیکھنے کو گھر میں آئے اور بہو کو صحت و عافیت پر مبارکباد دے کر بچہ کو گود میں
لیا پیشانی کو بوسہ دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے معنی ہیں "تعریف کیا گیا" نام
رکھا اور ہنسی خوشی ماں کی گود میں دے کر باہر نکلے۔ عبدالمطلب پوتے کو دیکھ کر
دکھ بھولے۔ مبارکبادوں کے پیام ملے کوئی دینے کی بیٹے کی یاد ان کی سناسینا
بن کر چبھ رہی تھی مگر بچہ کی بھولی بھالی صورت اور پیارے نقشے نے صدمہ کی یاد کم کر دی
مسکراتے ہونٹوں نے استقبال کیا اور بشاش دل سے خیر مقدم کیا۔

سنہرا بچہ کی پیدائش پیغمبر اسلام حضرت کے گھر میں پھول برسائے اور
حقیقت میں تو یہی کل پیدا ہوا ہے۔ قدرت کے قانون یہاں بھی اپنا کام کر رہے
اور مقررہ اصول پورے ہوں گے آمنہ بی بی اپنے لال کے منہ میں دودھ دیتی
ہیں اور اس سے بھری ہوئی نگاہیں بچہ کے چہرہ پر پڑتی ہیں۔ محبت کا جوش انتہا
پر پہنچ کے کسی کمی کو پورا کرتی ہیں اور پیغمبری بنتی ہیں۔ خدا کی قدرت اور اپنی
شان کس طرح دکھاتا ہے اور آنا فانا خاک کو سونا اور پتھر کو پارس اس طرح
کرتا ہے کہ گاؤں کے رہنے اور قبیلہ ہوازن کی بسنے والی عورت حلیمہ سعدیہ کیا خیال
تک بھی نہ تھی جس گھر میں اور جس محلے میں جس خاندان میں اور جس گاؤں میں پیدا ہوئے
سے چھوٹے بڑے تک اور امیر سے فقیر تک کوئی خدا کا نام بھی نہ جانتا تھا وہاں توحید
کا دریا کس طرح امڈتا ہے۔ اور رسالت کا چمن کیونکر لہلہاتا ہے ہوازن کے
قبیلے کو کیا معلوم کہ آسمان توحید کا وہ چاند وہ ماہتاب کی زمین کو چمکائے گا اور
خاندان سعدیہ کو کیا خبر کہ اس کے گھر میں زینت رسالت کا ایسا پھول کھلنے والا ہے
جو تمام دنیا کو معطر کر دے گا۔

# آمنہ کالال آغوشِ حلیمہ میں

جاہلیت کا عرب اروشنی کے ہندوستان سے بدرجہا بہتر تھا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت انکی نگاہ میں نہایت ضروری تھی۔ غلط محبت اور اندھی مامتا اولاد کے مستقبل میں حارج نہ ہوتی تھی۔ ماں باپ بچوں کی زندگی برباد کرکے اپنا کلیجہ ٹھنڈا نہ کرتے تھے جس طرح زبان کی فصاحت و بلاغت کے جھنڈے خاص خاص خاندانوں میں گڑھے ہوئے تھے۔ اسی طرح ان کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ گاؤں کی صاف اور تازہ ہوا شہر کی گندی اور خراب ہوا سے بہتر اور بچوں کی نشو و نما کھلے ہوئے میدانوں میں گلی کوچوں سے اچھی ہوتی ہے۔ اسی واسطے یہ دستور عام ہو گیا تھا کہ قریش اپنے لڑکے آس پاس کے گاؤں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ دودھ پلانے والی انائیں ہر چھٹے مہینے اسی مقصد سے شہر آتی تھیں۔ اور ماں باپ سے گفتگو اور معاملہ طے کرکے بچوں کو اپنی ذمہ داری پر ہمراہ لیجاتی تھیں۔ اور ان کی طلبی پر نہ ماہ دن ہوجاتے تو خود ملانے لاتیں اور لے جاتیں اور یہ سلسلہ کم از کم جب تک بچہ دودھ پیتا جاری رہتا اور خاص خاص حالات میں اسکے بعد بھی پانچ چھ برس کی عمر تک۔ سرور دو عالم عروس عبداللہ یعنی اپنی ماں آمنہ کا دودھ پی رہے تھے کہ انائیں بچے لینے آئیں۔ قدرت کے ڈالے ہوئے خاموش پردے جنھوں نے مستقبل کو نگاہ انسانی سے پوشیدہ رکھا ہے۔ آنکھوں کی اندھی اناؤں کے چہروں پر پڑے ہوئے تھے۔ لالچ کی بندیاں اور دولت کی دیوانیاں اصلی گوہر کی آب و تاب نہ پہچان سکیں۔ اور غریب و یتیم سمجھ کر وارثوں والوں اور دولتمندوں پر گر پڑیں۔ عبدالمطلب اور آمنہ دونوں تھکتے

رہے مگر کسی نے ادھر کا رخ نہ کیا۔

حلیمہ سعدیہ جس کو اس دولت سے مالا مال ہونا تھا اور جس کی خدمات تاریخ اسلام میں ابد الآباد تک چمکیں اور دمکیں گی۔ محبت کے قدموں سے آگے بڑھی خلوص کی پیشانی عبد اللہ کی چوکھٹ پہ جھکا دی۔ وارثین نبوت کی زمین کو بوسہ دے کر عبد المطلب سے کہا۔

مطلب بھائی! اپنے کلیجہ کا ٹکڑا، اور دودھ کی خدمت میرے سپرد کر دیں، تمہارے لال کو سر آنکھوں پہ رکھوں گی۔

عبد المطلب حلیمہ کو لے کر بہو کے پاس آئے اور دنیا کی بہترین ہستی اور کائنات کا کامل انسان اس کے حوالہ کیا۔ حلیمہ کا جذبہ محبت بیتم عبد اللہ کے سجدہ میں گرا، اور گراں قدر خدمات کی خواہشیں معصوم سینہ کے اس ڈھیر پہ قربان ہوئیں، اور اب شجر اسلام کا بے مثل ثمر اور باغیچہ عرب کا بے نظیر پھول سعدیہ کی آغوش میں کھیل رہا ہے۔

حلیمہ! خوش نصیبیاں قربان تیری تقدیر پر کہ نثار تیری خدمات اور ان جذبات کے جو تیرے دل میں اور اس دل کے جو تیرے پہلو میں اور اس سینے کے جو تیری آغوش میں اور اس لال کے جو تیری گود میں پڑا انگوٹھا چوس رہا ہے، تیری آنکھیں بینا تھیں کہ حقیقت کی کسوٹی پر باپ کے یتیم کو پرکھا اور سینہ لگایا کہ آسمان ایمان کے اس چاند کی روشنی ایک عالم کو دمکا دے گی، انصاف کے چشمے ان قدموں سے پھوٹیں گے، عرب اس پر فخر اور قریش اس پہ ناز کریں گے۔

کیسا نازک اور کتنا درد انگیز وقت ہے کہ آمنہ بی بی اپنے بچہ سے مضطرب دل، اور روتی ہوئی آنکھوں سے وداع کر رہی ہیں۔ مطلب

کی پرنم آنکھیں اور خاموش نگاہیں دُرِّ یتیم کو رخصت کرنے آگے بڑھیں۔ بی بی آمنہ نے رخسار کو عبدالمطلب نے پیشانی کو بوسہ دیا۔ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ جس کو دودھ پلانے کی عزت حاصل ہوئی تھی سامنے آئی کھڑی دیکھتی رہی اور شہسوار عرب کی سواری حلیمہ کی گود میں مکہ سے روانہ ہوئی۔

کس قدر خوش نصیب تھا ہوازن کا قبیلہ ان کا محلہ اور گھر جہاں خدا کی نعمت برکت بن کر نازل ہوئی۔ حلیمہ کی بچی شیما نے اس جوہر کی منزلت سمجھی دل کی آنکھیں محبت کے نشہ میں جھومتی ہوئی اٹھیں سینہ سے چمٹایا گلے سے لگایا دونوں ماں بیٹیاں اب دیوانہ وار آمنہ کی امانت پہ شیدا ہو گئی تھیں اور آنکھیں بچھائی تھیں۔

حلیمہ سعدیہ اس لال کی ایسی ہوئی شیدا
کہ اب اس کے سوا اس کو دکھائی کچھ نہ دیتا تھا
اگر دل شاد تھا اس سے تو گھر آباد تھا اس سے
بصارت تھا وہ آنکھوں کی کلیجہ کی وہ ٹھنڈک تھا
کھلاتی تھی، پلاتی تھی، ہنساتی تھی، رلاتی تھی
بچھونا قلب تھا اس کا تو آنکھیں اس کی گہوارا
نثار ہوتی تھی چہرہ پر فدا ہوتی تھی صورت پر
کبھی قربان پاؤں پر کبھی ہاتھوں پہ پروانہ
بلائیں چاند سے مکھڑے کی لے کر پیار کرتی تھی
نہ تھی کچھ فکر پینے کی نہ تھا کچھ ہوش کھانے کا
گلے سے خوب چمٹا کر سلاتی لوریاں دیتی
پھر کہتی سو مرے پیارے مرے نور نظر سو جا

اُجالا میرے گھر کا ہے مرا بھولا مرا بالا!
مرے اس گھر کا گھر والا مرے لختِ جگر سو جا
جوانی کھیلتی آئی تو بچپنا پا کی آئی
ادب سے آنکھ میں آئی مرے رشکِ قمر سو جا
امانت آمنہ کی ہے تو تربیت حلیمہ کی!
رہوں میں سرخرو ہو لے مرے نورِ نظر سو جا

معصومیت کا خاموش طائر اپنے خوشنما پروں سے شباب کی طرف اُڑا جا رہا تھا اور وقت کی مہیب سفینہ اپنی پوری رفتار سے اپنی کھیتی کو ولی قدم بڑھا رہی تھی۔ رنگینیاں عرب کے گھر سے اور آسمان اپنے کاموں میں مصروف تھے بی بی آمنہ کے لال کو دائی حلیمہ کی گود میں دو سال سے زیادہ گزر گئے اور وہ ذات جو کیفیتِ عالم کو متغیر کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی گھٹنوں چلنے لگی اور ہاتھوں سے اشارے ہونے لگے اور مبارک منہ سے پھول جھڑنے لگے۔

حلیمہ اور حلیمہ کی بچی ان اشاروں سے اپنا دامن اور پھولوں سے اپنی گود بھر رہی تھیں۔ آفتاب و ماہتاب سینکڑوں مرتبہ طلوع اور غروب ہوئے اور گھٹے اور بڑھے ہوا نے موسم بدلے، رنگ بدلے، زمانے نے سنت بدلی اور عربستان کی سرزمین پر وہ دن آیا کہ زمین کی آنکھیں یتیم عبداللہ کی انگشتِ شہادت دائی حلیمہ کے ہاتھ میں دیکھیں۔

زمیں پر تیرے قدموں کو آنکھیں ملے
خوشا گودیں کہ گودیں تو پلے
حلیمہ قدم تیرے سر پر رکھے
خوشا اس کی قسمت مقدر رسیدہ

یہ دل تیری معصومیت پہ فدا
ترے رخ پہ قربان صلِّ علیٰ

مبارک سلامت کی ہے دھوم دھام
شبِ عشق کی آن پہنچی ہے شام!

قدرت کی بلند نگاہیں مخلوق کے اعمال کو دیکھ اور پرکھ رہی تھیں۔ اعمال کی جزا و سزا کا قانون جس کی زندگی میں ہیئت حیاتِ انسانی کے واسطے لازم ہے جاری و ساری تھا۔ مکہ کی بت پرستی اور مکہ والوں کی بداعمالی روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہی تھی اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شرم و حیا کے گوہر آبدار خاک میں مل کر قریش کے مردوں اور عورتوں نے بیباکی کے ایسے ڈھنگ دکھلانے شروع کر دیئے تھے کہ عالمِ بالا کی کائنات منہ ڈھانک رہی تھی۔ بالآخر ان کا قہر وبا کی صورت میں نازل ہوا۔ لڑکے بالے جوان دیکھتے ہی دیکھتے قبروں میں پہنچنے لگے۔ گھر کے گھر صاف ہوئے اور ہاہاکار ہو گئی کہ موت کے نقارے نے مکہ کی سرزمین سر پہ اٹھا لی۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور ادھر حلیمہ سعدیہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بی بی کے چاند کو پالتے پوستے ہوئے اور دادا سے چھوٹے دو سال کے قریب ہو گئے۔ دودھ پلانے کا زمانہ ختم ہوا۔ میں اپنی خدمت پوری کر چکی اور جس لال کو اتنے روز کلیجے سے لگائے رکھا اسے جدا کر دوں۔ اور عبدالمطلب کی امانت جن آنکھوں سے لی تھی ان ہی آنکھوں سے واپس کر دوں۔ اتنا سوچتے ہی حلیمہ کے دل پر چوٹ سی لگی۔ اندیشۂ فراق درد بن کر دل میں اٹھا۔ آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ مگر ایمان کی روشنی نے قلبِ مجروح پر مرہم رکھا۔ انصاف نے تسکین دی اور بی بی آمنہ کی ممتا بھری صورت سامنے

سامنے آکھڑی ہوئی اور سرکار دو جہاں کو ساتھ لیکر مکہ روانہ ہوئی۔

منزل مقصود پانچ فرسنگ تھی دوپہر کے آفتاب کی تیز کرنیں حلیمہ کے اونٹ کا جائزہ لینے آگے بڑھیں ہوا گرم ہوئی اور لو تیز۔ دائی حلیمہ نخلستان درختوں میں اتر پڑی۔ گرم ہواؤں نے تھپکا اور زیتون و کھجور کے پتے موسیقی میں مصروف ہوکر لوریاں دینے لگے حلیمہ پر نیند غالب ہوئی اور کائنات کی وہ بیش نعمت جو ایک معصوم کی صورت میں سپرد تھی کھیلتی ہاتھی آگے بڑھ گئی حلیمہ بے خبر پڑی سوتی تھی اور عبداللہ کا یتیم بچہ قدرت کے تماشے دیکھ رہا تھا۔ دھوپ اسکے پاؤں کی رفتار کے ساتھ گردش کر رہی تھی اور درختوں کا سایہ اس ننھے سے قد پر نثار تھا بچپن نے بے فکری کا خلعت گراں بہا زیب تن کیا اور پرواز معصومیت آمنہ کے لال کو اپنی گود میں لئے چاروں طرف اڑنے لگی۔ موسم کی گرمی نے حلیمہ کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیئے اور اس امانت سے بے خبر ہو گئی جس کے ساتھ جان لگی ہوئی تھی۔ درختوں کا سایہ معصومیت کے اس ڈھیر کو جو بچہ کی صورت میں مناظر قدرت کا مشاہدہ کر رہا تھا کہیں کا کہیں لے گیا۔ زمین نے شوق کی آنکھیں بچھائیں اور خاموش پتے اچھلنے کودنے استقبال معصومیت کو آگے بڑھے ہوا کے جھونکے دست بستہ سامنے آئے اور ادب سے راگ شروع کر دیا حلیمہ کے نازک ہاتھوں کے بدلے آفتاب کی تیز شعاعیں لوریاں دے رہی تھیں۔ نیند غالب ہوئی اور ماں کی آغوش سے بچھڑا ہوا بچہ دائی سے دور نرم نرم پتوں پر لیٹ گیا۔

خوش نصیب تھے وہ پتے جن کے خاموش منہ اس جسم کو بوسے دے رہے تھے جس کی نزاکت گلاب داؤدی کو شرما رہی تھی۔ سنسان دوپہر نے کائنات ارضی کی بیش بہا دولت کو اپنے سینے سے لگایا جنگل محافظ بنا اور آمنہ کا لال قانون قدرت کے تحت دنیا سے بے خبر ہو گیا۔

تیز ہوا کے ایک گرم جھونکے نے حلیمہ کو جھنجوڑا۔ اٹھی ادھر ادھر نظر
نگاہیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، مگر عبداللہ کی امانت نظر نہ آئی۔ ہوش
روں طرف دوڑتی پھری۔ آوازیں دیں۔ چیخی چلائی۔ تڑپی
[illegible] امیدی کی بجلی نے خاک سیاہ کر دیا۔

دودھ کا جوش دل میں پھوٹ رہا تھا۔ لیٹ آوازوں سے صدائیں لگائی تھی۔ خاموش آنکھوں سے گیان درختوں میں گھورتی تھی اور چھپا چھپاتے ہاتھوں سے جھنڈوں کو ٹٹولتی تھی، کہ شاید چھوٹی ہوئی آواز آوارہ بچھڑی ہوئی صورت کانوں اور آنکھوں کو منور کر دے۔

دھاڑیں مار مار کر روئی اور چیخ چیخ کر جنگل سر پر اٹھا لیا۔ آفتاب سے خطاب کیا، درختوں سے باتیں کیں، پرندوں سے دریافت کیا، چرندوں سے پوچھا اور دیوانہ وار ہر سمت آوازیں دیکر دوڑنے لگی۔ آفتاب اسکی دیوانگی پر ہنسا۔ زمین اس کی عقلمندی پر مسکرائی۔ ہوا نے قہقہے لگائے، دھوپ نے ٹھٹھے مارے مگر اس کی کیفیت میں تغیر اور حالت میں فرق نہ ہوا۔ کلیجہ گھونسے مارتی تھی درختوں کو چپٹتی تھی۔ ہوا کو لپیٹتی تھی۔ دھوپ کی خوشامد ہوا کی منتیں، جانوروں کی التجائیں، ہر تدبیر بیکار اور ہر کوشش بے سود تھی۔ شکستہ دل صدائیں زبان کے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی دشت غیر جنگل میں رس گئیں، اور محمد محمد کے نعروں سے جنگل گونج پڑا۔ بلبلاتی ہوئی پکارتی تھی، روتی تھی اور کہتی تھی کہ جنگل کے رہنے اور بسنے والے جاندارو جانورو غریب الوطن حلیمہ کا معصوم بچہ تمہارا مہمان تھا، تم نے دغا کی، اور میرے کلیجہ کا ٹکڑا مجھ سے چھین لیا۔ میری آنکھیں پھوٹ رہی ہیں میرا دل رو رہا ہے۔ میری جان نکل رہی ہے اور میرا خون خشک ہو رہا ہے

مجھ پر رحم کرو۔ انصاف کرو۔ کرم کرو۔ مجھ مردے کو جلا دو، اور میرا بچھڑا ہوا لال میرے کلیجے سے چمٹوا دو۔ ستارو درختو، دنیا یا ز بچھڑ لیا! خدا کا واسطہ اپنے محبوب کا صدقہ ایمان سے کام لو اور میری فریاد سنو۔ ریت کے ذرہ! اور آفتاب کی شعاعو! پتہ بتاؤ میرے لال کا۔ درختوں کے پتو! اور جنگل کے تنکو! نشان دو میرے معصوم کا۔ اس کی بھولی بھالی صورت میرا کلیجہ مسل رہی ہے۔ اس کی پیاری باتیں میرے دل کے ٹکڑے اڑا رہی ہیں۔ ہوا کے ظالم جھونکو! تم درد محبت سے ناآشنا ہو۔ چمکتے ہوئے سورج کی تیز کرنو! تم ماںتا سے ناواقف ہو۔ زمین پر پیٹھ سیکتے خاموشی سے چرنے والی بھیڑ! تیرے بچے جنگل میں تیرے کھلواسے لال رہیں، اور یہ ڈھیں میری مدد کرو۔ دکھیاری ہوں مصیبت کا پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑا، زندگی وبال ہو گئی۔ میرے گھونگر والے بالوں والا۔ میرا پیاسی باتیں بلکانے والا، جس کے منہ سے پھول جھڑتے تھے، جس کے ہونٹوں سے خوشبو آتی تھی، مجھ سے بچھڑ گیا۔ ماںتا بلک رہی ہوں! آؤ میرے بچے کو تلاش کرو۔ پتوں والی ٹہنیوں! چڑیا چھوڑ دو۔ اٹھو اور میرا لال ڈھونڈو۔

بلبلاتی ہوئی ہر سمت دوڑی۔ مگر جو ہم آنکھیں اس جمال سے مشرف ہوتیں اور وہ آواز جس کو دل ڈھونڈ رہا تھا کان میں نہ آئی۔ مایوس نظریں تھک کر گریں اور نا امید دل ڈھونڈ کر ہارا۔ خیال آیا کہ آمنہ کے سامنے کس منہ سے اور عبدالمطلب کے روبرو کس دل سے جاؤں اور کہوں کہ تیرا لال کھو گیا۔ اطلاع دوں کہ تیرا بچہ گنوا آئی۔ روتی ہوئی چلی اور ہانپتی ہوئی مڑتی رستے

پھر کلیجے پر گھونسے لگائی اور درختوں سے ٹکریں مارتی عبداللہ کے گھر پہنچی۔
آمنہ دنیا کے مشاغل میں بیٹھی تھی کہ گریہ وزاری کی آواز کان میں آئی سامنے
دیکھا تو حلیمہ دروازہ میں کھڑی رو پیٹ رہی ہے۔ مامتا نے ہوش اڑا دیئے
اور بچے کی تصویر آنکھ کے سامنے پھر گئی۔ بے ساختہ چلا اٹھی۔

میرا بچہ تو ہے اچھا؟ تو کیوں روتی ہوئی آئی
یہ کیا حالت ہوئی تیری بتا تو خیر ہے دائی!
میرا دولہا کہاں چھوڑا؟ ہوئی ہے گود کیوں خالی
بتا جلدی سنا جلدی خیر ہے ساتھ کیا لائی
ہزاروں وہم ہوتے ہیں کلیجہ منہ کو آتا ہے!
قیامت ہے تیرا آنا غضب ہے تیری تنہائی
تیرے کھلتے ہونٹوں میں کوئی آفت ہے پوشیدہ
ملی ہے نشان ہیچ رنگت تیری سنولائی
تو بچی لولی رخصت ہوئی بچہ مرا لے کر
ہوئی واپس تو اب ہے اس طرح کی شکل دکھلائی
حلیمہ تیرے قربان شکل بچے کی دکھا مجھ کو
پڑی ہے مجھ پہ کیا بپتا ارے کچھ تو بتا مجھ کو

بی بی آمنہ کے اضطراب نے حلیمہ کی حالت اور ردی کردی۔ بلبلاتی ہوئی
آگے بڑھی اور رو رو کر کہا کہ جنگل کے درختوں سے، بوٹوں کے پتوں سے
گھاس کے تنکوں سے تیرا بچہ مجھ سے چھینا چپہ چپہ ڈھونڈا کونہ کونہ دیکھا اور
گوشہ گوشہ چھان مارا۔ آسمان نے دغا کی زمین نے دھوکا دیا اور جنگل تو آنکھیں
بدلیں، اچھا بچہ جیتا جاگتا کھیلتا مالتا چھوڑ کر لیٹی۔ ہائے ہوا کے جھونکوں نے

مجھ سے دشمنی کی اور نیند کا پردہ میری آنکھوں پر ڈال دیا۔ ہوشیار ہوئی تو تیرا چاند میرے پہلو سے جدا تھا، کیا کہوں کس منہ سے کہوں اور کس دل سے بتاؤں، کہ کیا ہوا، کیونکر ہوا۔ اور کس طرح ہوا۔ آمنہ گنہگار ہوں۔ مجرم ہوں۔ جو چاہے سمجھ اور جو سمجھ میں آئے کہہ۔ گردن تیرے خوف سے اونچی نہیں ہوتی اور زبان ندامت سے اٹھتی نہیں، آمنہ تیرا لال کھو گیا۔

"ماں ایک چیخ مار کر یہ کہتی ہوئی گری"۔ "ہائے میرا بچہ" اور بہو کی آواز ہوا میں گونجتی ہوئی باہر پہنچی۔ مطلب گھبرا کر اندر آئے۔ کیفیت دیکھی اور حقیقت سنی، حلیمہ کو ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچے۔

آفتاب کی آنکھیں ٹمٹا رہی تھیں۔ لو کے جھکڑ ختم ہو چکے تھے مگر ریگزار سنگلاخ ابتک شعلے اگل رہی تھی مطلب کی نگاہیں چاروں طرف ڈھونڈتی ہوئی کھجور کے درختوں میں کیا دیکھتی ہیں کہ رو ان عرب کا دمکتا ہوا تارہ اور چمکتا ہوا چاند پتوں میں جگمگا رہا ہے۔ با آواز بلند کہا "حلیمہ ادھر دیکھ، حلیمہ جھپٹی۔ بچہ کو گود میں اٹھایا، اور یہ مختصر سا قافلہ وطن روانہ ہوا۔

گھر پہنچے تو ممتا کی ماری ماں دروازہ میں کھڑی تھی۔ آنسوؤں کی زار و قطار لڑیاں آنکھ سے جاری تھیں۔ رات کا اندھیرا ہر سمت چھا رہا تھا جب آمنہ کے کانوں نے قدموں کی آہٹ سنی تو شفقت مادری حیا پر غالب آئی کہنے لگی "حلیمہ میرا بچہ ملا" وہ عجیب لمحہ تھا۔ آمنہ کا کلیجہ دھک دھک کر رہا تھا اور کان جواب کے واسطے تڑپ رہے تھے۔ مطلب خاموش تھے۔ مگر مسرت چہرے پر کھیل رہی تھی۔ حلیمہ نے کہا :۔

"لے آمنہ تیرا بچہ تجھ کو مبارک ہو"

بے قراری اطمینان سے اور گریہ و زاری مسرت سے بدلی۔ روتی ہوئی ماں

کے محبت بھرے ہاتھ آگے بڑھے۔ بچہ کو گود میں لیا اور خوشی کے آنسو آنکھ سے نکل آئے دفعتہ خیال آیا کہ موسم سخت اور ہوا خراب ہے دبا کا زور انتہا کو پہنچ گیا اور موت کا شور گھر گھر سے بلند ہو رہا ہے۔ رات آنکھوں میں کاٹی اور صبح ہی حلیمہ سے کہا:-

"بچہ کو اور چند روز کے واسطے لیجا۔ بیماری کم اور وبا ختم ہو جائے تو پہنچا دیجیو۔ حلیمہ نے یہ سن کر مطلب کی صورت دیکھی اور رو کر جواب دیا۔

"بیوی! یاں کی آگ پیٹ سے زیادہ ہوتی ہے میرا ہی دل جانتا ہے کہ اس دولہا کو کس طرح لائی ہوں۔ آمنہ جدائی کا پتھر بڑی مشکل سے دل پر رکھا جاتی ہوں کہ یہ پھول سا مکھڑا ایک نہ ایک دن مجھ سے چھٹنے والا ہے تیرا لال تجھ کو نصیب ہو۔ میں تو خدمت کرنے اور پال دینے والی تھی۔ میں نے دودھ پلایا خدا نے مدد کی اور آج میرا دولہا جو کل میری اور تیری گود میں انگوٹھا چوس رہا تھا پاؤں چلنے کے قابل ہو گیا۔ بیوی جس آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں وہ پیار روز میں دب جائے گی آنکھیں رو دھو کر خاموش اور دل تڑپ تڑپا کر ٹھنڈا ہو جائیگا۔ یہ جانتی ہوں کہ جب تک جان میں جان ہے محمدؐ کی یاد دل سے نہ جائیگی۔ اس کی جدائی میں روؤنگی۔ جب تک زندہ ہوں تڑپوں گی۔ جب تک دم میں دم ہے۔ مگر میرا کام ختم ہو چکا۔ اور میں جو آگ دبا چکی ہوں اب اسکو کرید کر بھڑکانے آئی ہو؟ میری بچی شیما نے جو تیرے سامنے کھڑی ہے تیرے بچے کی جدائی پر کہرام مچایا۔ مگر خدا صبر دیتا ہے مجھے تو اسی کے لانے کا خیال ہے۔ کہ جن آنکھوں کی قریش کا چاند لے گئی تھی انہی آنکھوں سے واپس کر دوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے سرخرو کیا۔ اور دل کا خدا ہی حافظ ہے مگر دولہا جو دو سال میرے کلیجہ پر سویا اور سینہ پر لیٹا تجھے واپس کر رہی ہوں میں نے

سوچا تھا کہ ہم دونوں ماں بیٹیاں حلیمہ اور شیما جب دل بگڑے گا اور یاد ستائے گی تو آ کر صورت دیکھ لیں گے۔ اب پھرے جاؤں اس میں شک نہیں کہ آنکھوں میں سکھ اور کلیجہ ٹھنڈا ہوگا۔ لیکن جدائی کا وقت جو بھگت چکی ہوں وہ پھر آئیگا۔ اور جو سماں کل سے اب تک دیکھ رہی ہوں دوبارہ دیکھنا پڑیگا۔ بوی آمنہ! خدا تجھ کو بچہ مبارک کرے۔ مگر یاد رکھ یہ بچہ معمولی بچہ نہیں ہے آنکھیں تو کچھ دیکھ رہی ہیں اسکو الٹا نہیں سکتی۔ حکم کی تعمیل کر لی ہوں اور لیے جاتی ہوں"۔ حلیمہ اور شیما دونوں ماں بیٹیاں آمنہ کے لال کو لیکر اونٹ پر سوار ہوئیں۔ اور گھر پہنچیں۔ دُنیا جو بی بی آمنہ کو دہلا رہی تھی، بالآخر ختم ہوئی اور آقائے نامدار کی عمر چھ سال ہی تھی، حلیمہ رو تی دھو تی آمنہ کی امانت واپس کر گئی۔ خوش نصیب تھی حلیمہ اس کی بیٹی شیما اور اس کا شوہر حارث جنھوں نے چھ سال تک خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اور قریشی شمع پہ شب و روز پروانہ وار نثار ہوئے۔ کیسے اچھے بھاگ تھے۔ قبیلہ ہوازن کے جس کی گود میں فخر الموجودات نے وہ زبان سیکھی جس پہ خود بھی فخر فرماتے تھے۔

# آمنہ کا لال باپ کے مزار پر

بچوں والی مائیں اولاد والے باپ اس کیفیت کا اندازہ اچھی طرح کر سکتے ہیں جو اب آمنہ بی بی کے قلب پہ گزر رہی تھی۔ شوہر کی موت جس نے دنیا آنکھوں اندھیری کر دی تھی عبدالمطلب کی دلداری اور اپنی کوشش کے باوجود ایک لمحہ کو بھی دل سے فراموش نہ ہوئی تھی۔

جب رات کے سنسان وقت میں بچہ لال کے رخسار کو بوسہ دیتی، اور ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر گلے میں ڈالتی اور معصومیت کے پاک جسم کو کلیجہ سے لگاتی تو شفقت

مادری فراق شوہر کا استقبال کرتی ہوئی آنسوؤں کی صورت میں آنکھ سے نکلتی
مامتا کے ٹھنڈے آنسوؤں کی خاموش فضا میں داخل ہوتی اور بکھرتے ہوئے۔
عبداللہ کی صورت ایک آہ کی صورت ایک آہ کی ہیئت میں نمودار ہو کر دل کا
کنول مرجھا دیتی۔

عبداللہ کی جدائی کا صدمہ بجائے زائل ہونے کے اور زیادہ ہو رہا ہے
دل کہتا تھا کہ بچہ کی بہار دیکھنے والی آنکھیں ہمیشہ کی نیند سو گئیں اور خود کہتی تھی
کہ اس پھول پہ قربان ہونے والا بلبل خزاں کے لپیٹے میں آیا جس میں کبھی نہ آئیگی۔
آخر دو مہینے کے بیشمار تھوڑے بی بی آمنہ کے پاک جذبہ نے بچہ کو لے کر میاں پیا
کی قبر پہ جاؤں اور شوہر کی روحانی آنکھیں کلیجے کے ٹکڑے کو دیکھ لیں۔ بچے کی
میں منتظر یک زندگی کو بعد زندگی ... کبھی منتظر یک ساتھ کوں اور دکھا دوں کہ وہ ننھی
سی جان جس کو پیٹ میں چند مہینے کا چھوڑا تھا آج اپنے پاؤں سے چل کر تجھ سے
ملنے آیا ہے۔ دادا نے بھی خوشی اجازت دی اور دونوں ماں بیٹے روانہ ہوئے۔
بی بی آمنہ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ وہ جس جگہ کا رخ کر
رہی جہاں جا رہی ہیں اور جس مقام پر ان کا شوہر عبداللہ دفن ہے اس بچہ کی بدولت
اسی لال کے طفیل اور اس مولود مسعود کے صدقہ میں اتنا مقدس ایسا پاک اور اس
قدر متبرک ہوگا کہ زمین کا ہر حصہ اس کو سجدہ کرے گا۔ اور یہ دنیا کی ہر سمت
سے لوگ اس کی زیارت کو آئیں گے۔ یہاں کی خاک اسلام کی آنکھوں کا سرمہ
ہوگی۔ اور کائنات کی بہترین ہستی اس عروس البلاد کی انگوٹھی کا نگینہ بنے گی
مدینہ لاتعداد انسانی جذبات کا مرکز ہوگا۔ اور زیادہ نہیں قریب قریب ایک تہائی
صدی بعد بڑے بڑے تاجدار اس زمین پر گردنیں جھکا دینگے اور وہ معصوم
جو اس وقت میری گود میں ہے ایسا شہنشاہ ہوگا کہ جلیل القدر بادشاہ اس کے

قدموں میں گر پڑے، اور میں حسب کی معصومیت پر قربان ہو رہی ہوں اس کی صداقت اتنی عالیشان محل کی بنیاد ہلا دیگی جو نخوت و تکبر کے گارے پر قائم ہیں صبح صادق کا سہانا وقت ہے اور خاندان قریش کی ایک خاتون اپنے چھ سال کے بچے کو لئے شوہر کی قبر پر کھڑی ہے اس کی خاموش زبان اپنے درد کی داستان سنا رہی ہے شکایتیں آہ بنکر لبوں پہ آئیں اور مصائب کی ناقابل برداشت اذیت آنسو بنکر آنکھ سے نکلی۔ ہاتھ بچے کے سر پہ ہے اور نگاہ شوہر کی قبر پر۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور سنسان جنگل میں جہاں ہوا کی لہریں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اپنے ٹھنڈے سانسوں کے ساتھ اس کی محبت کا تحفہ اور نگاہ کی یادگار اپنا بچہ پیش کیا۔ دل نے خون کے آنسو رو دیا۔ قبر کی خاک آنکھ سے لگائی۔ اور آسمان کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

قربان ان پیاری پیاری نظروں کے جو معصوم ماں کا منہ دیکھ رہی ہیں اور شاید اس کے چھوٹے سے دماغ نے جو فلسفہ زندگی کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو حل کر گیا مگر اس وقت خاموش ہے۔ آقائے نامدار ماں کا ہاتھ پکڑے ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ بی بی آمنہ شوہر کی قبر سے فارغ ہو کر بچے کو لئے لئے ام ایمن کے پاس آئیں۔ یہ اس سفر میں ساتھ تھیں۔ مہینہ بھر کے قریب قیام رہا اور اس کے بعد آخری مرتبہ شوہر کی قبر سے رخصت ہو کر دونوں ماں بیٹے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

# بی بی آمنہ کی وفات

حیات انسانی کی کسوٹی پر دنیا آزمائش کا ہاتھ اس طرح بڑھاتی ہے کہ سننے والوں کے کلیجے شق ہوں۔ قدرت ایک ننھی سی جان کی آزمائش کرتی ہے

اور چھ سال کا بچہ جسے باپ کی شفقت میسر نہ ہوئی ہو، آج ماں کی ممتا
سے محروم ہوتا ہے۔ بی بی آمنہ زندہ تھیں دو سال کے بچے کو چھ سال کا کرنے کے
واسطے شوہر کی موت کا صدمہ ساڑھے چھ سال کی طویل مدت میں بھی زائل
نہ ہوا عبدالمطلب کی محبت ہو کے زخم کا اندمال نہ کر سکی اور چلو دادا لال نے
بھی اس نقصان کی تلافی نہ کی، مدینہ پہنچ کر یاد چاہتے اور پھوٹ کے دیئے جب
بھی زیادہ ہوتی اور بیقراری حد سے گزر جاتی تو اس کی یادگار معصوم بچے
کو کلیجے سے لگا کر دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتیں لیکن یہاں حالت اور بھی
ردی ہوتی اور دل بھر آتا کہ وہ جس کا سہارا تھی وہ بھی اور بچے کی زندگی کا
انحصار تھا فنا ہو گیا، اور دادا کے سوا کوئی اتنا بھی نہ کہ سر سے یتیم کی طرف آنکھ
اٹھا کر دیکھے۔ یہ خیالات اس قدر غالب ہوئے کہ اصل مقصد ہاتھ سے جاتا
رہا اور بچے کی پرورش کا فرض آنکھ سے اوجھل ہوا۔ مدینہ کی آب و ہوا
راس نہ آئی۔ اسی حالت میں کیا طبیعت کی خرابی، رنج کی نقاہت۔ کیفیت
زیادہ بگڑ گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بی بی آمنہ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا اور
اس کے ساتھ ہی بچے کے خیال نے دل بٹھا دیا۔ مگر آمنہ بی بی کو یہ معلوم نہ تھا کہ
قدرت اپنے یتیم کی کس طرح پرورش کرے گی۔ اور تکالیف و مصائب کے بحر ناپیدا کنار
میں اپنے ہاتھ سے کس طرح صحیح و سلامت پہنچا کر ڈنکے کی چوٹ اس احسان کا
اعلان کرے گی، اور کہے گی کہ تجھ کو یتیم پا کر ہم نے پرورش کی۔

ابواء پہنچ کر بی بی آمنہ سفر کے قابل نہ رہیں اور آثار موت ظاہر ہونے لگے۔

اب وہ وقت قریب آ رہا تھا کہ جس سر سے باپ کا سایہ ماں کے پیٹ ہی سے
اٹھ گیا، وہ ماں کی ممتا سے بھی محروم ہو جائے اور دادا کے سوا اس دنیا میں
کوئی رفیق و مددگار نہ ہو۔ بی بی آمنہ نے اپنے معصوم کو جو خاموش ماں کی صورت

دیکھ رہا تھا پاس بلا کر گلے سے لگایا، اور دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

## عبدالمطلب کی رحلت

عبدالمطلب کی آنکھیں بیٹے سے زیادہ بہو کی موت پر اس لئے روئے کہ اب پوتے کی تمام ذمہ داری انکی ذات پر تھی اس اعتبار سے شاید عبداللہ کی موت عبدالمطلب کے واسطے اتنی سنگین نہ ہو۔ گھر بھر کا بڑا بوڑھا کہنے کا مطلب جو چاہو سمجھ لو۔ پوتے کے واسطے باپ کی شفقت ماں کی محبت دادا کی عنایت دادی کی الفت جو کچھ تھی ایک عبدالمطلب کی ذات میں اور یہ خدمت فرض تھی یا ضرورت ادا کی نہایت محنت سے انجام دی۔ مگر قدرت کے مراحل سے تجربہ کار دادا اور معصوم پوتا دونوں بے خبر تھے۔ خدا سب سے بہتر و برتر قدم قدم پر اپنے محبوب کی کیفیت دیکھ رہا تھا کہ مصائب کا وزن کس طرح بتدریج ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آٹھ سال کی عمر میں ایک یتیم بچے کے سر سے ماں باپ اور دادا دادی سب کا سایہ اٹھ گیا۔ اور سرکار دوعالم اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں پہنچے۔

## حضور ابوطالب کی نگرانی میں!

جب عبدالمطلب کا وقت آخر ہوا اور زندگی کی امید باقی نہ رہی تو انکو سب سے زیادہ فکر پوتے کی پرورش کی تھی، انھوں نے خاندان کو جمع کیا اور کہا:-

"میں ایک یتیم بچہ جو ماں اور باپ دونوں کی شفقت سے محروم ہے محتاج پرداخت چھوڑ رہا ہوں۔ یہ میرے مرحوم لڑکے عبداللہ کی نشانی ہے جو لڑکوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا انتظام موت سے پہلے کر دوں اور اپنے سامنے اس کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دے کر رخصت ہوں۔

عبدالمطلب کی تقریر سن کر ان کے لڑکے اور دوسرے عزیز پرورش و تربیت کے وعدوں سے آگے بڑھے اور اس خدمت پر نہایت خاموشی سے آمادگی ظاہر کی مگر ابوطالب کے الفاظ میں صداقت کی ایسی جھلک نظر آئی کہ عبدالمطلب نے یہ امانت انہیں کے سپرد کی

## سرکارِ دو عالم کا لڑکپن

لاریب ابوطالب نے جیسا وعدہ کیا اس سے زیادہ بھتیجے کی خدمت کی اور انتہائی کوشش کی کہ یتیم دل سے ماں اور باپ کی موت بھلا دوں۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی۔ مگر آپ کی عادات کچھ ایسی غیر معمولی تھیں کہ قریش ہی نہیں تمام اہل مکہ کی نگاہیں اٹھنے لگیں۔

حسن عقیدت کا زریں لباس اتار کر آج دیکھنا ہے کہ آسمان رسالت کا یہ کوکب درخشندہ نیر کو قمر چہاردہم بنکر ایک دنیا کو جگمگاتا ہے۔ منازل ابتدائی کس طرح طے کرتا ہے زمین کی آنکھیں حقیقت کی روشنی میں کیا دیکھتی ہیں اور صداقت سے لبریز دل و دماغ واقعیت سے کیونکر مغلوب ہوتے ہیں۔

غیر مسلم مورخ محققوں نے بانی اسلام کے اس شاداب پھول پر چاروں طرف سے آنکھ رسائی کی ہے اور جن کے گستاخ قلم نکتہ چینی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے عہد معصومیت پر بحث کرتے ہوئے ان واقعات کے ہمنوا ہونے پہ مجبور ہیں محققوں نے ہر اپنا زار کا سر دربار رسالت میں جھکوا دیا یہ وہ وقت ہو کہ پرستاران کلمۂ توحید جوش محبت اور ذوق عقیدت میں مسرت کا جس قدر اظہار کریں کم ہیں واقعیت اپنا سکہ دشمنوں کے دل پر اس طرح بٹھاتی ہو کہ پرستاران اسلام کے دولہا کی بزم حقیقت میں تشریف لانے سے پہلے ہی ان پھول برسانے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔ سات سمندر پار رہنے والے ایک دریدہ دہن

کا اعتراف ہمارے الفاظ کا لباس پہن کر اس طرح نمودار ہوتا ہے۔

سرزمین عرب پر رات کی تاریکی چھا چکی ہے اور وہ یہ ساعت ہو کر زندگی کا ہر گناہ مکہ کی آغوش میں پورا ہو رہا ہے۔ شراب اور جوئے کی محفلیں الگ ہیں، ناچ اور رنگ کی جدا۔ عیاشی کے جلسے ایک طرف ہیں تو بدمعاشی کی تجویزیں دوسری طرف۔ آوارہ و بدکردار لڑکے شباب کے استقبال کی تیاریوں میں سرگرم ہیں وہ زمین جو آج ارض مقدس کے نام سے مشہور ہے اس کا بچہ بچہ شراب نخوت میں مدہوش ہے۔ حقیقت اس کے بیان سے مجبور کرتی ہے کہ اپنی گذشتہ تاریخ کے سامنے جھکا دے، اس لئے تڑپ تڑپ کر یہ الفاظ نقل کرتا ہے جو خود حضور نے فرمائے۔ "میں اس زمانہ میں بکریاں چراتا تھا"

اللہ اللہ کیسا نازک وقت ہوگا جب یتیم باپ کا در یتیم قریشی عمامہ سر سے بلند کئے بانس کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے جنگل میں پھرتا ہوگا۔ ہوا زمین مقدس کے بوسے لیتی ہوگی۔ اور زیتون کے درختوں کا سایہ جسم اطہر پر نثار ہوتا ہوگا۔

"ایک بار روز میں نے چرواہے بھائی سے کہا کہ "آج رات کو میری بکریوں کی دیکھ بھال تم کرنا۔ میں شہر میں جاؤں گا اور نوجوانی کا لطف اور مزہ دیکھوں گا۔ شادی میں شریک ہوں۔

معصومیت کے کھیل تھے یا لڑکپن کی باتیں مگر فطرت انسانی کا تقاضہ تھا اور یہ معلوم نہ تھا کہ نظام قدرت اس خواہش پر کس طرح غالب آئے۔

"غروب کے بعد شہر میں داخل ہوا تو ایک شادی ہو رہی تھی اور ناچ گانا ہو رہا تھا۔ جانے کا قصد کیا مگر نیند اس غضب کی آئی کہ پتھر پر سر رکھ کر لیٹا اور یہ سوچا کہ تھوڑی دیر بعد جاؤں گا مگر صبح کو آفتاب کی شدت سے آنکھ کھلی دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ اور پھر کبھی ایسا خیال پیدا نہ ہوا"

اس سے آگے بڑھ کر دشمن کی زبان خاموش ہے اور تعصب آنکھیں اندھی کر دیتا ہے، اور معمولی واقعہ بنا کر ڈال دیتا ہے، اور یہ نہیں کہ وہ پھول جس کو قدرت نے اس لئے منتخب کیا تھا کہ عالم کو مہکا دے۔ اس کی ہر پنکھڑی اور پنکھڑی کا ہر ذرہ حیات انسانی کی لغزش سے پاک تھا۔

# قریش امین کا خطاب دیتے ہیں

گو رسالت کی کوئی جھلک ابھی نمودار نہ ہوئی تھی مگر قریش جن کے دل و دماغ زندگی کی بہاروں پر ست ہو چکے تھے یہ دیکھ کر دنگ تھے کہ آمنہ کا لال دنیا کی خرافات سے دور، ہم عمروں سے الگ تھلگ سنجیدہ اور خاموش زندگی بسر کر رہا ہے۔ دوپہر کے سنسان وقت اور رات کی رنگین گھڑیاں جب دوسرے لڑکے کھیل کود اور ناچ رنگ میں منہمک ہوتے ہیں۔ اس کا معصوم دماغ غور و خوض کے بعد قوانین قدرت سے مغلوب ہو جاتا ہے اور یہی انگلیاں ہیں جو سماجی بیہ بڈھوں کی زبان پر ہے۔ بچے بچے کی زبان پر چرچے تھے اور روز کی نرالی کا جمال شیطنت کے مجسموں کی آنکھوں کو چوندھیا رہا تھا۔ قلب حیران اور دماغ پریشان تھے۔ بڈھے اور جوان متحیر و متعجب تھے کہ عبداللہ کا یتیم فرشتہ ہے یا انسان؟ کہ زندگی کا کوئی عیش اور دنیا کا کوئی سامان اس کا ایمان متزلزل نہیں کر سکتا۔ قریش اگر سمجھ جاتے اور یہ لگ جاتا کہ جس کا بچپن آج عقلیں چکرا رہا ہے اس کا شباب ہمارے ایمان و یقین کو تاراج و خراب کر دے گا۔ تو خدا معلوم کیا کر گذرتے۔ اس حیرانی و پریشانی کا انجام یہ ہوا کہ آنکھیں ایمان نہ نگل سکیں۔ معصومیت کی داد دینی پڑی۔ اور بالاتفاق امین قرار دیا۔

**پہلا فیصلہ** :- خانہ کعبہ کی حالت خراب ہو چکی تھی پتھر ڈھے گئے تھے اور

مٹی جھڑ رہی تھی۔ اقوامِ عرب کی کوشش سے اسکی تعمیر ہوئی اور خدا کا یہ گھر
دوبارہ تیار ہوا۔ اس تیاری میں ہر فرقہ اور ہر قوم کے لوگ شریک تھے انکے
عقائد اور یقین مختلف تھے۔ اس لئے وقت آیا کہ حجر اسود نصب کیا جائے تو لوگوں
میں اختلاف ہوا اور ہر قبیلے نے خواہش کی کہ پتھر ہم گاڑیں گے۔ اس اختلاف نے
زیادہ طول پکڑا اور بات ایسی بڑھی کہ تلواریں میان سے باہر آگئیں قریب تھا
کہ ایک جنگ چھڑ جائے اور سینکڑوں آدمی قتل ہو جائیں مگر فیصلہ یہ ہوا کہ پتھر خانہ
کعبہ میں چھوڑ دو۔ جو شخص صبح سے پہلے آئے وہی اس کام کو انجام دیگا اور
یہ سعادت اسی کو حاصل ہوگی۔ قدرت خداوندی اس لڑائی کا فیصلہ اس طرح
کرتی ہے کہ عرب دنگ اور قریش حیران رہ جاتے ہیں۔ سب سے پہلا شخص جس
پر فیصلہ کا انحصار ہوا تھا اور جو کعبۃ اللہ میں داخل ہوا وہ ہمارا آقا و سردار
عرب کا چراغ اور آمنہ کا لال تھا۔ آج صرف قریش ہی کو نہیں مکہ کی بسنے والی
ہر قوم کو معلوم ہو گیا کہ یتیم عبداللہ کا لڑکپن کچھ کہہ رہا ہے اور قدرت ان مبارک
ہاتھوں سے کوئی کرشمہ دکھلائے گی۔ رات کا فیصلہ اٹل تھا اور سب مجبور
تھے کہ اس پر عمل درآمد کریں اور حجر اسود کے نصب کرنے کی سعادت کا جھگڑا
چھوڑ کر اپنی آنکھ سے دیکھیں کہ یہ قدرت کے دولہا نے کس طرح انجام دی۔
جب وقت آیا تو سب خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئے اور گردنیں نیچی
کرکے تلواریں میان میں کرلیں۔

مذہب و معاشرت سیاست و انسانیت کی سنگلاخ وادیوں کو چمن بنانیوالا
دماغ آگے بڑھا۔ اقوام کی بےبسی دیکھی اور انکی حسرت آمیز نگاہوں پر نظر ڈال کر
فرمایا "میں اپنی یہ چادر بچھاتا ہوں اس پر پتھر رکھ کر ہر قوم کا سردار ایک ایک کونہ
پکڑ لے اور پہنچا دے تاکہ سب کے ارمان پورے ہوں اور کوئی مایوس نہ ہو لوگ

خوشی کے مارے چلا اٹھے اور اس فیصلے نے یہ بتا دیا کہ اس دماغ میں کیا ہے۔ چادر ہر قوم کے ہاتھوں اس مقام پر پہنچی، اور باوجود فیصلہ قطعی ہو چکنے کے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اب تم مجھ کو اجازت دو تو سب کی طرف سے یہ پتھر دیوار میں لگا دوں۔ سب رضامند ہوئے اور اس طرح یہ پتھر ان مقدس ہاتھوں نے لگایا اور کل کو معلوم ہو گیا کہ کس طرح کمزور سرکش گردنوں کو زیر کر سکتے ہیں اور قدرت کے تماشے چشم انسانی کو دیکھنے پڑتے ہیں۔

امین کا خطاب حاصل کرنے کے بعد یہ پہلا فیصلہ سرکار دو عالم کا تھا جس نے عرب کی آنکھیں کھول دیں، یہود و نصاریٰ ہی نہیں خود قریش کے دلوں میں ان کا پہلو کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ ابھی تک رسالت کا کوئی نشان یا نبوت کے آثار ظاہر نہ ہوئے تھے مگر جو کچھ ظہور ہو رہا تھا وہ سرشت انسانی کے دائرہ سے باہر تو نہ تھا مگر فضائے عرب کے زہریلے خصائل سے کوسوں دور تھا اور یہی تھا وہ سبب جس نے قریش کے سکوت کو تعجب اور تعجب کو سکتہ سے بدل دیا۔ وہ جس وقت غور کرتے تھے کہ آسمانی کتابیں ایک پیغمبر کے پیدا ہونے کی خبر دے رہی ہیں اور پھر حضور اکرم کی عادات و اطوار کو دیکھتے تو ماتھا ٹھنکتا اور دل میں کہتے کہ کہیں ہمارے ہی گھر کو گھر کے چراغ ہی سے آگ نہ لگے۔

**شباب** دنیا جوانی کی بہاریں ہاتھ میں لئے دستہ بستہ آگے بڑھ رہی تھی شباب کے بلبلان خوش الحان حیات مقدس کے چمن میں چہکنے شروع ہو گئے تھے مگر اس کی نغمہ سنجی غلط راستوں اور الٹی باتوں کے بجائے صحیح منزلوں اور سیدھے معاملوں کے نعرے لگا رہی تھی۔ ایمان و صداقت کے فرشتے قدرت کی اس مخلوق کے نگہبان تھے۔ اور شرم و حیا کی حوریں خدا کے محبوب اعمال و افعال کی نگرانی میں مصروف

راستی و سچائی کا غلغلہ مکہ کی سرزمین پر بلند ہوا، اور دور دور سے مخلوق خدا حضور اکرمؐ کی عادات و اطوار کا امتحان لینے اور زیارت کے واسطے آنے لگی۔ اس سرے سے اس سرے تک دھوم مچ گئی، کہ قریش کے خاندان میں جو عدل و انصاف کا نام لینا گناہ سمجھتا ہے۔ عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا لڑکا انسانیت کے ایسے دریا بہا رہا ہے کہ دنیا سیراب ہو رہی ہے۔ اس کی شمع زندگی دنیا بھر کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ سچائی، اور راست بازی اس کے قدم چوم رہی ہے معاملہ اور صداقت اس پر قربان ہو رہے ہیں، وہ امین کا خطاب حاصل کر چکا، اور اب یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ سرزمین عرب پر ایسا بشر آج تک پیدا نہیں ہوا۔

## بی بی خدیجہؓ کے ہاں ملازمت

مکہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی، کہ اچھے اچھے خاندان پریشان ہو گئے۔ یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ قدرت کیا سامان کر رہی ہے اور اس عیان میں کیا پنہاں ہے۔ ابوطالب بھی پریشان تھے اور قحط نے بھی ان پر اثر ڈال رکھا ایک روز انہوں نے بھتیجے کو پاس بٹھا کر بولا:۔

میاں حالت روز بروز خراب ہو رہی ہے اچھے اچھے گھر اس وقت اپنی عزت مشکل سے سنبھال رہے ہیں خویلد کی بیٹی خدیجہؓ غیر نہیں ہماری اپنی ہی لڑکی ہے اور اس کی تجارت آج کل بڑے زوروں پر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کو ایک ایماندار کارندہ کی

ضرورت ہے کیونکہ وہ عورت ہے، کاروبار خود نہیں کر سکتی اور نہ مال و اسباب لیکر سفر میں جا سکتی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تمہاری دیانت، اور امانت کی تعریف اس کے کان تک پہنچ چکی ہے کہ تم اس کی ملازمت کر لو تو دو پنتھ دو کاج ہو جائیں گے۔ گھر کی ضرورتوں میں بھی مدد ملے گی، اور خدیجہؓ کا کام بھی چلے گا۔"

سرکار دو عالم عمر کی اکیس بائیس منزلیں طے فرما چکے تھے معصومیت کا بھولا پن شباب کی سنجیدگی سے بدل چکا تھا۔ چچا کی تقریر توجہ سے سنی، ابھی کچھ فیصلہ نہ فرمایا تھا کہ قدرت نے اپنے پوشیدہ راز کے اظہار کے نشان شروع کر دیئے۔ خدیجہؓ نے معتبر کارندہ کی ضرورت سختی سے محسوس کی اور حضور کی خدمت میں پیام بھیجا۔ چچا کی گفتگو قلب مبارک پر اثر کر چکی تھی۔ منظور فرما لیا۔ اور خدیجہؓ کا ہی نہیں قریش کا دولہا خدیجہؓ کے مال و اسباب کے ساتھ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔

**ایفائے وعدہ**

ابی الحساء جن کی حیثیت اس وقت ایک معمولی انسان کی تھی، اور آگے چلکر نہ صرف مسلمان بلکہ صحابہ رسول اللہ ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ابھی دنوں ایک موقعہ پر میں نے کسی معاملہ میں آپ سے یہ وعدہ کیا کہ "فلاں وقت بازار میں اس جگہ ملوں گا۔ میں یہ کہہ کر بھول گیا۔ تیسرے روز جب میں اتفاق محض سے ادھر جا نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ حسب وعدہ میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ (اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ نے وہاں سے قدم نہ سرکایا) میں یہ دیکھ کر اور یہ سن کر کہ میرے وعدہ کے موافق منتظر ہیں، دنگ رہ گیا۔ اس وقت قول و اقرار اور ایفائے وعدہ تو درکنار عرب یہ بھی نہ سمجھتا تھا کہ معاہدہ

کیا عجیب ہے اس واقعہ نے ابو الحسنات کو محو حیرت بنا دیا، اور چونکہ ان لوگوں میں یہ ایک ناممکن فعل تھا اس کی شہرت دور دور ہوئی اور ہر شخص تعجب اور حیرت سے آپ کے دیکھنے کا مشتاق ہوا اور بی بی خدیجہ رض نے اس تعلق میں خود ہی سبقت کی۔

## ملازمت کا پہلا سفر

جب آپ بصرہ کی طرف خدیجہ رض کا مال بغرض تجارت لے کر تشریف لیجانے لگے۔ تو بی بی خدیجہ رض نے اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ کیا اور چلتے وقت اس کو ہدایت کی کہ رستے میں جو کچھ دیکھے حرف بہ حرف مجھ سے آکر بیان کیجیو۔

میسرہ سرکار دو عالم کی ہمراہی میں روانہ ہوا، چلتے چلتے آپ منزل مقصود سے ادھر ہی ایک مقام پر اترے یہاں گنجان درختوں کا ایک جھنڈ چھایا ہوا تھا۔ آفتاب کی تمازت کم ہو چلی تھی، اور عربی طیور زیتون کی شاخوں پر نوا سنجی کر رہے تھے۔ آپ کے ٹھیرتے ہی قافلہ کا قافلہ اتر پڑا۔ رستے میں آپ کا خلق اور سلوک دیکھ کر ہمراہی متحیر تھے اور کہتے تھے کہ ایسا آدمی تو دیکھنے میں کیا اور سننے میں بھی نہیں آیا جس درخت کے سایہ میں آپ نے قیام فرمایا اس کی شاخیں دور دور پھیلی ہوئی تھیں اور گو آبادی یہاں سے دور نہ تھی مگر پھر بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قریب ہی ایک جھونپڑی تھی جس میں ایک بوڑھا شخص نسطورا اپنی زندگی کے دن خدا کی عبادت میں بسر کر رہا تھا، یہ شخص آسمانی کتابوں کا جید عالم تھا اور آرزو رکھتا تھا کہ جس پیغمبر کی پیدائش توریت و انجیل سے معلوم ہو رہی ہے۔ کاش! میری آنکھیں اس

جمال سے روشن ہوں۔ میں اس کے مبارک قدموں کو بوسہ دے کر زندگی ختم
کر دوں اور دنیا سے رخصت ہوں۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ خدا کا محبوب
اسی زمین پر پیدا ہو چکا ہے اور صبح و شام اس کی نبوت کی خبریں کانوں میں آنے
پہنچنے والی ہیں۔ آپ کے غیر معمولی حالات سنتے ہی بی بی خدیجہؓ کی طبیعت اس
کو بھی خیال پیدا ہوا کہ آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہونے والا انسان معمولی نہیں
یہ شام کا وقت تھا کچھ بکریاں چراگاہوں سے واپس ہو رہی تھیں اور بچے
بے فکری سے ترانے گاتے چلے آ رہے تھے۔ نسطورا باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک
شخص خاموشی کے ساتھ اس چمن پہلی کے وقت جب کہ قافلہ باہر
چھوڑا گیا اچھل کود رہا ہے۔ بیٹھا ہوا کسی فکر میں غرق ہے۔ نسطورا نے
اس چہرہ اقدس کی زیارت کی اور میسرہ سے پوچھا "یہ کون ہے؟"
میسرہ نے جب تفصیلی حالات بتائے تو خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا:
میری آرزو پوری ہوئی اور جو حالات تم بیان کر رہے ہو تمہارے یہ
عبداللہ کا لڑکا عنقریب خلعت پیغمبری سے سرفراز ہوگا۔ میں خوش نصیب
ہوں کہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور خداوند نے میری دعا قبول فرمائی۔
جب یہ سر زمین بصریٰ رات کی تاریکی اوڑھ چکی اور اندھیرا ہر سمت چھا گیا تو
قافلے والے راگ و راگنیاں سنا کر نیند سے غافل ہو گئے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ
قانون قدرت کی لپیٹ میں تھا اور جب دنیا اپنی زندگی سے قطعی بے خبر ہو گئی
اور شب ماہتاب اوسط منزل پر پہنچی تو آسمان اپنی فضا میں موتی لٹا رہا تھا۔ ہوا
کے لطیف جھونکے چل رہے تھے۔ اس وقت نسطورا آتش شوق کو ہاتھوں سے دبا کے
اپنی جھونپڑی سے باہر آیا اور دیکھا کہ وہ انسان جس کی زندگی سے خوشبو ہو
کو قدرت بار نبوت کی برداشت کے واسطے تیار کر رہی ہے۔ عالم استغراق

میں ہے۔ شوق نے ترغیب دی اور آرزوؤں نے مجبور کیا اور دل نے صدا دی کہ ان پاک قدموں کو سر پہ رکھ کر قربان ہوں مگر عقل نے پاؤں پکڑے اور قدوس قدوس کرتا ہوا اندر چلا گیا۔

زندگی کی ہزاروں راتوں کی طرح نسطورا کی یہ رات بھی ختم ہوئی مگر یہ وہ رات تھی جس پر اس کو فخر تھا اور سمجھتا تھا کہ رات بھر خدا کا محبوب میرے خانۂ دل میں مہمان رہا ہے۔ جب آفتاب کی روشنی نے شب کا گھونگھٹ کھولا اور دھوپ کی چادر جنگل میں پھیلنی شروع ہوئی۔ تو قافلہ شہر میں پہنچا اور خرید و فروخت شروع ہوئی۔ بی بی خدیجہؓ کا مال باقی تمام قافلہ کا اسباب ملا کر بھی زیادہ تھا۔ اور وقت کی بات تھی کہ نہایت اچھے داموں فروخت ہوا امید سے زیادہ اور توقع سے بڑھ کر نفع ملا۔ دوسرے چھوٹے موٹے تاجر جو پہلے ہی آپ کی کیفیت دیکھ دیکھ کر متحیر ہو رہے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ ابو طالب کے گھر میں کوئی گل کھلنے والا ہے اس پر متفق ہو گئے کہ وقت اور قدرت دونوں امینِ مکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ قافلہ اپنا مال بیچ کھوچ کر روانہ ہوا اور سرکار دوعالم مکہ واپس تشریف لائے۔

سرزمین عرب خاموش آنکھوں سے اپنے بچوں کے مطالعہ میں مصروف تھی اور آسمان دیکھ چکا تھا کہ ابراہیم دعا کا ایک حصہ قبولیت کا لباس پہن چکا اور وہ گھڑی آئی بھی اور چلی بھی گئی۔ جب قریش کی لڑکی آمنہ کی گود میں وہ بچہ کھیلا، جس کی آرزو کی جھلک پہاڑ کی چوٹی پر خلیل کی چھری سے ظاہر ہوئی۔ اب آسمان و زمین دونوں اس وقت کے منتظر تھے جب قدرت کے ہاتھ اس پر نبوت کا تاج رکھیں۔ اور وہ قلب جس کو بوسے دیتی ہوئی آمنہ دنیا سے رخصت ہوئی اور جس کی سلامتی آج حلیمہ کی زندگی کا سب سے بڑا

ارمان تھا۔ پیغام خداوندی سے منور ہوا اور خدائی طاقت کے وہ الفاظ جن کا بوجھ سنگلاخ زمین کے کلیجے شق کر دے اور سر بفلک پہاڑوں کو سرمہ بنا دے اس پہ نازل ہوں۔

## بی بی خدیجہ سے نکاح

امانت کا شہرہ دور دور پہنچا۔ دیانت کی خبریں چار دانگ عالم میں گونجیں، عرب کی آنکھیں گھبرا کر کھلیں اور سٹ پٹا کر دیکھنے لگیں۔ جب میسرہ نے حالات سفر بیان کئے اور خدیجہؓ کو معلوم ہوا کہ پانی کے ایک ایک قطرہ کا حساب موجود ہے۔ بیوی خدیجہؓ کا تمول مکہ ہی میں نہیں، آس پاس بھی جواب نہ رکھتا تھا۔ مگر دوسرے شوہر کے انتقال نے ان کو دنیا سے کچھ ایسا دل برداشتہ کیا تھا کہ وقت کا بڑا حصہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر عبادت میں بسر کرتیں۔ ان کا خیال پہلے ہی تھا، عرب میں ایک پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے اور مظالم قریش کی سیاہ چادر کو عنقریب ایک نبوت چاک کرنے والی ہے۔ سرور کائنات کی حیات مقدس ان کے خیالات کو اس طرف منتقل کر رہی تھی۔ میسرہ کے بیانات اور حساب کتاب کی جانچ پڑتال نے خیال کو یقین اور یقین کو عین الیقین بنا دیا۔ وہ بھی اپنی خدا ترسی کی وجہ سے "طاہرہ" کہلاتی تھیں اور یہ وہ وقت تھا کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملہ میں آج کل کی طرح مقید نہ تھیں۔

بی بی خدیجہؓ سے نکاح کے خواستگار قریش کے اچھے اچھے سردار تھے۔ مگر وہ انکار کر چکی تھیں۔ ان کی دینی خدمات پہ نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ پیغمبری سے پہلے یقین نے، اور دنیوی کاروبار دیکھتے ہیں تو تائے دینی چیخ پڑتی ہے کہ دیانت کی ضرورت نے ان کو ترغیب دی کہ وہ حضور اکرمؐ سے نکاح کی خواہش کریں۔ بہر حال وہ ہوا یہ بی بی خدیجہؓ نے اپنی خواہش کا اظہار دو

چار آدمیوں پر گیا۔ جن میں ایک خاتون نفیسہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں
خدیجہ رشتہ میں سرورِ کائنات کی چچا زاد بہن تھیں اور اسی وجہ سے نفیسہ
کو یقین ہو گیا کہ تحریک خالی نہ جائے گی۔ حضرت کے قدموں سے اٹھیں فرحت
انبساط کے خیالات میں خصوصی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور معاملہ
طے کیا۔ جب ان کلیوں کے کھلنے کا وقت آیا جن کی شگفتگی کا انحصار خطبۂ
نکاح کے الفاظ پر تھا تو مجلس عقد منعقد ہوئی۔ قربان ہم اور ہمارے ماں باپ
اس دولہا کے جس کی برات میں صداقت و راستبازی دست بستہ حاضر
تھی۔ اور نثار اس دلہن کے جو اس نکاح سے ہماری ماں بنی۔ برات ابو طالب
کے گھر سے چلی۔

خدیجہ کا دولہا، اسلام کا دولہا تھا۔ انسانیت جس کے قدموں میں لوٹ
رہی تھی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار ہمراہ تھے۔ اور ابو طالب کی
سرکردگی میں ہمارا آقا، ہمارا مولا، ہمارا مالک، ہمارا بادشاہ، ہمارا ہادی،
اور رہبر دولہا بنا جا رہا تھا۔

قریشی دولہا ظاہری زیبائش سے محروم تھے۔ سہرا ہے نہ بدھی، کنگنا ہے نہ
طرہ مالا، جو سمجھے کہ دولہا دیکھ کر نہال نہال ہوتی قریب پہنچ گئی، اور بابا
جو بچے کے گلے کے ڈورے کو رشتہ دیکھ کر باغ باغ ہوتا، ابدی نیند سو گیا۔ دادا جس نے
بیٹے کی امانت کو کلیجے سے لگا کر رکھا رخصت ہو چکا۔ اب لے دے کر جو کچھ تھا ایک
چچا کا دم مگر زینت ظاہری کے علاوہ اس شادی میں کچھ اور بھی تھا۔ ابراہیم
دعا کے ساتھ عیسیٰ کی بشارت کی قدسی روحیں ہمرکاب اور شوق آسمانی
کی نظریں ہمراہ تھیں۔ آفتاب جو تماشائی ہو رہا تھا سرعت کو تاڑ لینے سے بدل چکا
تھا۔ ہوا خوشی کے سانسوں سے ٹھنڈے جھونکوں خراماں خراماں برات کے

ساتھ تھی، لُو کے تھپیڑے روپوش ہو چکے تھے اور راحت جھوم جھوم کر مبارکباد کی صدائیں لگا رہی تھی۔ برات غروب آفتاب سے قبل دلہن کے مکان پر پہونچ گئی۔ بی بی خدیجہ نے فراخ حوصلگی سے استقبال کیا۔ دو لونڈیاں درہم و دینار سے بھرے ہوئے خوان سر پر لئے کھڑی تھیں۔ برات مردانہ میں جا کر بیٹھی، اور بی بی خدیجہ کی اجازت سے ابوطالب نے پانچ سو طلائی سکہ مہر پہ خطبۂ نکاح پڑھایا۔

شام کو نکاح کی خبر خاندان بھر میں اور صبح کو جب حضور نے اونٹ ذبح فرما کر ولیمہ کیا تو مکہ بھر میں اچھی طرح ہو گئی۔ بی بی خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس سے کچھ اوپر ہو چکی تھی۔ ان کے شوہر ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے گھر سے رخصت ہو چکے تھے۔ سرور کائنات کا سن اس وقت پچیس سال کا تھا، اور یہ وہ وقت ہے جس کی کیفیت سے ہر بوڑھا اور جوان واقف ہے۔ ایران شباب کی نغمہ سنجیاں زندگی کے تاروں میں ایسی بھرتی ہیں کہ سلی تاروں کی یاد چڑھانے میں بھی حواس باختہ کر دیتی ہے اور محبت شباب کے جلسوں کا خیال آغوش موت میں بھی کلیجے کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے۔ مکہ کی سرزمین جس وقت شرم و بے حیائی کے شرارے اگل رہی تھی۔ جب آسمان عرب سے ظلم و ستم کی دھواں دھار گھٹائیں امنڈ امنڈ کر برس رہی تھیں۔ جب نفس کی خدائی کا ہر قلب دور دورہ تھا۔ جب چوری اور ڈاکہ ماں کا دودھ بنے ہوئے تھے۔ جب عیاشی اور بدمعاشی انسانیت کا جوہر تھے۔ اس وقت ایک ایسے انسان کو جس کی بھرپور جوانی آنکھ کھولتے ہی دنیا بھر کے سامان تعیش سے دوچار ہوتی ہے۔ محبت ملتی ہے تو ان لوگوں کی جن کی نگاہیں ہر عیب کو ہنر اور گناہ کو ثواب سمجھ چکی ہیں، اور واسطہ پڑتا ہے تو ان لوگوں سے جو شرک و بت پرستی کے گہوارہ میں جھول جھول کر

جوان اور عیاری و مکاری کا دودھ پی پی کر ہوشیار ہوئے ہیں کنبہ اور خاندان سے الگ عزیز و اقارب سے جدا شہر اور ملک سے مختلف۔ معاشرت کو فنا صحبت کو غارت اور نفس کو کچل ڈالنا۔ ایک ایسے سمندر سے جس کا کنارہ تک نظر نہ آئے۔ ایک ایسی آگ سے جس کے شعلے زمین و آسمان کو خاک سیاہ کر رہے ہوں۔ صحیح وسالم اور پاک وصاف نکلنا اور بال بال بچا لینا ہر حیرت۔ تعجب اور اچنبا ہے اور حقیقتاً نبوت رسالت اور صداقت ہے۔

یہ وہ معجزہ ہے جس کے سامنے دنیا کے ہر مذہب کی تاریخ فراموش ہے فلسفہ اپنی کسوٹی پر پرکھے۔ سائنس ذرہ ذرہ کا تجربہ کرے۔ اس مقدس زندگی کا ہر لمحہ کندن کی طرح دمکے گا عقل انسانی اس دربار میں عجز سے سر جھکا دے گی۔ جب دیکھے گی کہ حسینان مکہ کی دل کش ادائیں اور مہ جبینان عرب کے غمزے باوجود انتہائی کوشش کے یتیم عبداللہ کا دل مسخر نہ کر سکے۔

پرداز وقت کے ساتھ قریش۔ اور قریش کے ساتھ تمام مکہ کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ ہمارا اسباب تعیش اور سامان عشرت ایک تن واحد کے مقابلہ میں بے سود بے کار ہو گیا۔ بلکہ الٹے ہم اس کے قدموں میں جا رہے ہیں۔ اس کی صداقت ہمارے دل فتح کر چکی۔ اس کا خلق ہر متنفس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ الحق عبدالمطلب کا پوتا انسان نہیں فرشتہ ہے۔ جس کا قدم حسن و دولت بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکا سکتے۔

وطن کا شاید ہی کوئی باشندہ اس وقت ایسا ہو جو سرور کائنات کی صداقت کا کلمہ نہ پڑھ رہا ہو۔ حقیقی معجزہ یہی ہے کہ بے ایمان ایمان سے کام لے رہے ہیں۔

مقصد نکاح خدیجہ کے سامنے صرف یقین رسالت تھا۔ اور سرور کائنات کے سامنے چچا کی ہدایت۔ اس لئے بی بی خدیجہ کی محبت اپنے یقین میں ایک قسم

کی خدمت تھی جو سرورِ عالم کو رسالت کے واسطے تیار کر رہی تھی۔ شفقت اور رحم عورت کی فطرت اور خمیر ہے جس کو حسنِ عقیدت نے آئینہ کر دیا تھا اور خاموشی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب قدرت اپنی رحمت و برکت نازل کرے اور حقیقتِ نبوت کا اعلان کر دے۔ وہ خوب سمجھ رہی تھیں کہ صداقت کے جس موتی نے لپٹے جفا شعار گروہ پر اپنی امانت کا سکہ بٹھا کر امین کا خطاب حاصل کر لیا، وہ ایک عالم کو دمکائے گا اور اچھی طرح جانتی تھیں کہ گو اب تک مطلع صاف ہے اور آسمانِ نبوت پر چاند کا ظہور نہیں ہوا۔ مگر شمعِ رسالت کے پروانے دور دور سے اڑ اڑ کر فدا ہو رہے ہیں، اور آمنہ کے لال کی آب و تاب صبح شام آنکھیں خیرہ کرنے والی ہے۔

## معاملہ داری

جب واقفیت کی حسین پریاں حقیقت کے خوشنما پروں سے اڑتی ہوئی سامنے آتی ہیں اور فانی زندگی کے پردے اٹھ جاتے ہیں تو ایمان کی آنکھیں جو سماں دیکھتی ہیں دل اس پر پروانہ نثار ہوتا ہے عقل اور ایمان پر رشک کرتی ہے جو شرک ہو کر بھی محبت کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ان کی خوش نصیبی کے قدموں کو تاریخ آج بھی بوسے دے رہی ہے۔ انسانیت کے ان جوہریوں نے ملّہ کو رول کردہ گوہر آبدار آنکھوں پر رکھا جس کی چمک کا دنیا انتظار کر رہی تھی۔

## آنکھ والا انسان

جس وقت انسانی زندگی مہنگا سودا نہ سمجھی جاتی تھی جب چند نقرئی سکوں پر قتل و غارت کے بازار گرم ہو رہے تھے تو ایک شخص حکیم بن حزام کعبہ کے پاس سے گزرے جہاں نیلام ہو رہا تھا، اور بیش قیمت اشیاء کوڑیوں کے مول جا رہی تھیں اور یہ وہ وقت تھا کہ عزیزِ عزیزوں سے اور بھائی بھائیوں کو ایک ایک پیسہ

چھپا اور بیچارے تھے اور کوئی کسی کو ایک روٹی بھی مفت دینی پسند نہ کرتا تھا
نیلام والے نے ایک حلہ نکالا جو سونے چاندی میں لپٹا رہا تھا خریداروں نے
دل کھول کر دام لگائے حکیم بن حزام کے سامنے جس کے کانوں میں صداقت کے
حلقے پڑے ہوئے تھے ابن مکہ کی تقدیر پھر گئی عقیدت کا ابھی تک نام و نشان
تھا مگر محبت کی لہریں دل سے کھیلتی ہوئی عشق کی امداد دیا۔ دل میں بے چین ہو کر
گیا اور فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو اور جس قیمت پر بھی ہو یہ تحفہ آسمان کا جس سے
قیمت ادا کرو ہم یہ قربان کر دوں۔ قیمت بڑھتے بڑھتے پچاس اونٹوں تک
پہنچی اور ابن حزام کی امنگوں نے قربانی کے قدم بڑھا کر حلہ حاصل کیا۔ اور
ان اونٹوں کے لاد کر اور انہیں لے کر مدینہ دو جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور غایت
زبان سے اپنی دلی آرزو میں لپٹا ہوا ہدیہ حضور خدمت عالی میں پیش کیا۔
تعارف نبوت جس نے آنکھ کھلتے ہی شرک کو ہلاک کیا اچانک تھا ہوش
وقت کہ اس کی وحی صدائیں ختم الطرے سامنے کی صورت میں بلند ہو رہی
تھیں اور یہ تھی وہ شخص جس نے حکیم اور حکیم جیسے لوگوں کو دیوانہ کر دیا تھا
کہ دیوان وہاں سے نثار ہوئے جب وقت حلہ سامنے آیا اور سرور عالم کی
مبارک نظریں اس پر پڑیں تو چہرہ اقدس پر شکن نمودار ہوئی اور مقدس
زبان کے یہ الفاظ تاریخ نے محفوظ کر لئے۔
"محبت کی خاطر صحیح مگر مشرک کی نذر لینے میں تامل ہے قیمت لیجئے اور حلہ لیجئے"
عقل و قیاس اب اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ جب زمین و آسمان
اور در و دیوار شرک دیوتا پرستی کے گیت گا رہے ہیں۔ درخت اور
درخت کے پتے جھوم جھوم کر لات و منات کی تسبیح میں مصروف ہیں پہاڑ
اور پہاڑ کی چوٹیاں کفر و الحاد کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اس وقت

اس حالت میں اور اس فضا میں ایک ایسے انسان کا وجود دولت کو ٹھکرا رہا ہے شرک کو مٹا رہا ہے اور سچائی کی تلقین کر رہا ہے یہ ایسا معجزہ ہے جس پر عقل سلیم اس وقت ایمان لائی اور سائنس اور فلسفہ آج سر بسجدہ ہیں۔

## غار حرا میں عبادت

پندرہ برس کا زمانہ باتوں ہی باتوں میں ختم ہو گیا جو موافقت اور سلوک اور سادگی میں ہوا خدا ہم سب ہندی غلاموں کو نصیب کرے جس طرح ام المومنین نے سرور عالم کے ہر ارشاد کی تعمیل میں دل وجان سے کوشش فرمائی اسی طرح حضور انور بھی بی بی خدیجہ کے ہر خوشی کے لئے ہمیشہ عمل کرنے کے واسطے تیار اور آمادہ رہتے۔ ایسا نبوت کا زمانہ قریب آ رہا تھا اور وہ ساعت سر پر تھی جب قلب مبارک پر وحی کا نزول ہو۔ بی بی خدیجہ کو مجھ سے وہ الفاظ یاد ہے کہ خدا کا وہ نورانی فرشتہ جو دو جہانوں کے پاس آیا آمنہ کے لال پر نازل ہو گا یہ وہ دن تھے کہ حضور اکرم بت پرستی اور شرک سے اکتا کر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور گوشہ نشین ہو کر دونوں خدا کی یاد میں منہمک رہتے۔ انسانی دماغ اس کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ قلم اور زبان اس حالت کو بیان کرنے سے عاجز ہے جو گذر رہی تھی جنگل کے کیفیت ندیوں اور نہروں سے سیراب ہوتے ہیں سمندر اگر باغ میں آ جائے تو شاید ایک ہی لہر باغ کے اثر اور وجود کا خاتمہ کر دے۔ ایک انسانی قلب کے واسطے پیغام خالق کے بار برداشت آسان نہ تھی اس لئے قدرت رفتہ رفتہ، اور آہستہ آہستہ قلب مبارک کو اس نقطہ پر لا رہی تھی کہ وہ طاقت جو آسمان و زمین کے ٹکڑے اڑا دے اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے پھول کی طرح نازل ہو اور ہوا کی طرح تیر جائے وقت کا بڑا حصہ اسی تیاری

میں بسر ہو رہا تھا دن کی لمبی گھڑیاں اور رات کی طویل ساعتیں اسی دھن میں گزرتیں گھڑیوں اور گھنٹوں دنوں اور راتوں تاج نبوت کا یہ درشہوار جنگل و بیابان میں تیرہ و تاریک غار میں تن تنہا چمکتا اور دمکتا، پہاڑ کی سنسان چوٹیاں اس وقت جب دنیا عالم خواب میں ہوتی، اور عربستان کی مخلوق آدمی اور جانور نیند کا دورہ پورا کرتے، سرکار دو جہاں کے استقبال کو آگے بڑھتے آسمان و زمین کی پیدا اور درود کی صدائیں بلند کرتی اور ہوا کے جھونکے با آواز بلند سلام پہنچاتے، بی بی خدیجہ کی خاموش آنکھیں جن کے سامنے فضائے عرب کی تاریکی میں یقین کو نورانی شمعیں روشن تھیں، قرآنفس کے موتی اس طرح لٹاتیں کہ تھوڑا سا کھانا ساتھ کر دیتیں اور روحانیت کے اس دربار میں جہاں مادیت کا گذر نہ تھا جب فطرت اپنے مطالبہ کا تقاضا کرتی تو بی بی خدیجہؓ کا یہ تحفہ جو اور نمک کی صورت میں نفس کی تسکین کر دیتا۔ خلقت تاریخیٔ شب میں وجود خالق کا پتہ لگاتی۔ اور دل جذبۂ شوق میں منزل مقصود پہ پہنچنے کی کوشش کرتا۔

# پہلی وحی کا نزول

ایک روز جب قلب پر نور خداوندی کی جھڑی لگی ہوئی تھی، غار حرا جگمگا اٹھا اور وہ نورانی فرشتہ جس کو آسمانی کتابیں جبرئیلؑ کے نام سے پیش کر رہی ہیں نازل ہوا۔ وہ جلوہ جس نے طور پر موسیٰ کو بے ہوش کیا۔ آج وحی کی صورت میں زمین حرا پر معلق تھا۔ عقل انسانی کا تحیر و استعجاب خوف و ہراس میں تبدیل ہو رہا تھا کہ فرشتہ نے قریب پہنچ کر رسالت کا اعلان کیا اور درخواست کی کہ کچھ پڑھو۔ محبوب

رب العالمین کا جسم اطہر تھر تھر کانپ رہا تھا اور فطرت انسانی نے جس کو کوئی طاقت زائل نہ کر سکتی تھی۔ ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"میں پڑھ نہیں سکتا"

جبرئیل نے قریب پہنچکر گود میں لیا اور بھینچ کر کہا:۔

"اے پیغمبر! قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پہ نازل ہوگا اپنا اس پروردگار کا نام لے کر پڑھو جو مخلوق کا خالق ہے۔"

نبوت ہو یا رسالت اور عشق ہو یا محبت قدرت کے قانون کو کوئی طاقت نہیں جو اپنی جگہ سے سرکا سکے۔ جب بچہ کے سر سے باپ کا سایہ پیدائش سے قبل ہی اٹھ چکا، ماں بچپن کی بہار دیکھنے سے پہلے ہی رخصت ہوئی۔ دادا کی آغوش تربیت سے بھی دور رہنا پڑا اور تعلیم پر کوئی توجہ کرنے والا نہ رہا وہ کس طرح پڑھتا، اب اس کے سوا جب فرشتے نے کہا پڑھ، کوئی جواب نہ تھا کہ:۔

"میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"

فرشتے نے تین دفعہ بھینچا اور یہی زبان مبارک سے کہلوا کر غائب ہوگیا مسلمان اگر یہ نہ کہیں کہ ان کے ہادی کو امی کہنے میں قدرت کا ہاتھ اسلئے شامل تھا کہ معجزات کا وزن جو اس ذات مقدس سے متعلق تھے زیادہ ہوجائے تو ان کو اس دعوے میں تامل نہیں ہوسکتا کہ یہ وہ دور تھا جب عرب کے کونہ کونہ اور چپہ چپہ سے علم و فضل کے دریا بہہ رہے تھے۔ لٹریچر یعنی ادب کا ایسا سکہ چل رہا تھا کہ گھر کی لونڈیاں تک فصاحت و بلاغت کے موتی جگمگا رہی تھیں۔ شاعری بچہ بچہ کے زبان پر تھی اور مضامین کے ایسے چشمے ابل رہے تھے جو اس سے پہلے یا اس کے بعد عرب کو نصیب نہ ہوئے، دعوے کے واسطے ثبوت لازمی

ہے اور اس حقیقت سے انکار آسان نہیں ہو سکتا کہ معجزے ہیں قدرت نے
وقت کے مذاق کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور یہی عقل سلیم کا تقاضا تھا۔ اس وقت
جب شاعری کی زمین اپنی فصاحت کا نقارہ آسمان پہ بجاتی تو بلاغت کے
موتی جابز کو آنکھ دکھاتے اور ملک کے ہر گوشے سے قابلیت کے نعرے
بلند ہوتے۔ مرثیہ اور رجز پال کا دودھ تھے۔ زبانی شستگی گھٹی میں پڑی تھی
المختصر لونڈی اور غلام تک اسی نشہ میں مست تھے۔ گھر میں یہی چرچا، اور
بازار میں یہی مذکور۔ ان حالات میں معجزہ اس سے بہتر اور کیا ہوتا کہ خود
فصاحت و بلاغت ہوتا پہ قربان ہوتی۔ اچھے اچھے ناظم و ناثر دربار
نبوت میں گردنیں جھکا دیتے اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ اس ذات مقدس
کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ یہی کلام الٰہی کا معجزہ تھا جو وحی سے شروع ہوا اور جس
کے کمال نے تمام عرب میں اپنا ڈنکا بجا دیا۔

غار حرا سے لوٹنا تھا، مگر اس واقعے نے جسم اطہر میں تھرتھری پیدا
کر دی، کانپتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ اور ڈرتے ہوئے گھر
پہنچے۔ چہرۂ انور کا رنگ زرد تھا اور قلب مبارک پہ خوف و ہراس
کے آثار نمودار۔

## ایک عیسائی عالم بشارت دیتا ہے

بی بی خدیجۃ الکبریٰ یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ لٹا کر کپڑا
اڑھایا اور ماجرا پوچھا۔ حقیقت سنی تو اس لئے کہ کتب آسمانی پہ عبور
تھا اور دل گواہی دے رہا تھا کہ اس لازوال نعمت کا ظہور میری
آغوش میں ہونے والا ہے۔ فوراً سمجھ گئیں۔ تسلی دی۔ تسکین کی اور اپنے ساتھ

ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو اپنے تقدس کے اعتبار سے دور دور مشہور تھا۔ اس وقت عیسائیت خدا کے کلام سے مالا مال تھا اور عرب اس سے قطعی محروم۔ ورقہ کیفیت سنتے ہی سمجھ گیا اور کہا کہ خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جس بشارت کا انتظار تھا، وہ ظاہر ہو گئی۔ بے ساختہ قدوس قدوس چلا اٹھا سرورِ عالم کے حضور میں جھکا، اور عرض کیا :-

بشارت خداوندی آج پوری ہوئی۔ تم خدا کے رسول ہو مگر یاد رکھو کہ زندگی کی سخت گھڑی آنے والی ہے اور اس کا نچوڑ اس وقت ہوگا، جب تمہاری اپنی قوم تم کو گھر اور وطن سے نکالے گی، اور طرح طرح کی اذیت دے کر جینا وبال کر دے گی۔ اے عبداللہ کے بیٹے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا اور تمہاری مدد کرتا۔

سخت سے سخت مورخ کے ہاتھ میں بھی اس وقت رعشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ ورقہ کے الفاظ پاک دل و دماغ پر تیر کا اثر کر رہے تھے اور حضور کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں۔

"کیا میری قوم میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گی۔ میں نے ان کے ساتھ کبھی برائی نہیں کی، وہ مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں"

ورقہ کی دور اندیشی رسول عربی کے سمجھ میں نہ آئی، اور بی بی خدیجہ سرورِ دو عالم کو واپس لے آئیں۔ ورقہ کی باتوں کا جب خیال آتا تھا تو حضور فرماتے تھے کہ میں نے آج تک قریش کو کوئی اذیت نہیں دی، یہ لوگ کس دل سے میری مخالفت پر کمر بستہ ہوں گے۔ بی بی خدیجہ تسلی دیتیں اور کہتیں آپ خلق پر سایہ رحمت ہیں، اہل مکہ اور قریش ہی کے ساتھ نہیں، تمام انسانوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں کوئی حاجت مند آپ کے سامنے ایسا نہیں آیا جس کی امداد نہ کی ہو۔ غریبوں

اپاہجوں کے زخم آپ کے مرہم خلق سے اچھے ہوئے۔ بدنصیبوں اور مصیبت کے ماروں کے قلب آپ کی ہمدردی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ جنگ و جدل کے میدان آپ کی بدولت خونریزی سے محفوظ رہے۔ لڑائی جھگڑوں کی مجلسیں آپ کے طفیل دنگے فساد سے پاک رہیں۔ یتیم بچوں کی زبانیں اور رانڈ بیواؤں کے دل آپ کے احسانات کے گیت گا رہے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ قریش جو آپ کے ممنون کرم ہیں آپ کی عداوت پہ کمربستہ ہوں۔ یہ خیال دل سے نکال دیجیے اور اطمینان رکھیے کہ عرب آپ کی ہر صدا پر لبیک کہے گا اور آپ کی کوشش میں برابر کا شریک ہوگا۔

**پہلے تین مسلمان** جس برگزیدہ ہستی نے حضور اکرمؐ کے رسول برحق ہونے کی سب سے پہلے تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائیں، وہ آپ کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ ان کے بعد آپ کے چچازاد بھائی ابوطالب کے بیٹے حضرت علیؓ جو اس وقت بچہ تھے مسلمان ہوئے۔ تیسرے مسلمان آپ کے عزیز دوست حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اور ان کا اسلام کا قبول کرنا معجزہ سے کم نہیں۔ اس وقت جب سرورِ عالم کی پیغمبری کا شہرہ عرب میں گونج رہا تھا، اور ہر کہہ و مہ کی زبان پر یہی چرچا تھا تو مکّے سے باہر تھے۔ واپس ہوئے تو ایک لونڈی نے کہا، کچھ اور بھی سنا عبداللہ کے لڑکے خدیجہؓ کے شوہر محمدؐ نے وحی کا دعویٰ کیا ہے۔" ابوبکرؓ اتنا سنتے ہی اٹھے اور سیدھے خدمت اقدس میں پہنچے۔ حضورؐ باہر تشریف لائے۔ کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ انھوں نے کہا:۔ "پہلے میرے اس سوال کا جواب دیجیے کہ یہ جو کچھ مشہور ہو رہا ہے کہاں تک صحیح ہے۔" سرکار دو جہاں نے فرمایا۔ "ہاں صحیح ہے۔" ابوبکرؓ بے ساختہ بولے اور کہا۔ میرا ایمان ہے کہ آپ نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس

لئے آپ کا ارشاد درست ہے اور میں ایمان لاتا ہوں" کہ تو خدا کا رسول ہے۔

جس ملک میں اور جس شہر میں ہر گھر بلکہ ہر انسان کا ایک خدا کا وجود تھا وہاں ایک خدا کی تلقین شروع ہوئی۔ سنگلاخ زمین، اور آتشیں ریگستان آب رحمت سے سیراب ہوئے اور رحمۃ اللعالمین کی رسالت کا ڈنکا چاروں طرف بجنے لگا۔ ضد اور ہٹ، پیچ اور اکڑ عرب کا خمیر تھا، اپنے خداؤں پہ باپ دادا کے خداؤں پہ جب لعنت پڑنے لگی تو آپے سے باہر ہو گئے۔ چھریاں، کرد سے، نیزے ہاتھوں سے، اور زبانیں حلق سے باہر آگئیں، اس وقت آبادی کا شاید ہی کوئی متنفس ایسا ہو جو حضور اکرمؐ کی جان کے درپے نہ ہو جسمانی اذیتیں انتہا کو پہنچ گئیں، روحانی تکالیف کا اندازہ نہ رہا۔ مرد عورتیں اور بچے بوڑھے رات کو اس فکر میں سوتے کہ کسی طرح آمنہ کے لال کو خون میں نہلا دیں اور صبح کو یہ قصد لیکر بیدار ہوتے کہ آج عبداللہ کے یتیم کا جھگڑا پاک کریں گے۔

اس عشق کو محبت کو مٹا کر اس تعلق اور واسطہ کو ہٹا کر جو ہم کو سرور دوجہاں کی ذات مبارک سے ہے، جب واقعات پہ ہم نظر ڈالتے ہیں اور عقل کی رہنمائی میں قدم آگے بڑھاتے ہیں، تو زبان یہ کہہ کر خاموش ہو جاتی ہے کہ "خدا کا فضل تھا، انعام تھا، نور خدا تو تھا۔"

ورقہ کی رائے صحیح ثابت ہوئی، اور وہ وقت آیا کہ قریش خون کے پیاسے ہو گئے۔

## حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا

اعمال انسانی کی بہترین کسوٹی اس کا اپنا گھر محلہ اور وطن ہے۔ وہ اپنے نقائص اور عیوب، کمزوریاں، اور معائب فراموش کردے لیکن عزیز واقارب دوست احباب، ہمسایہ پڑوس ایسا آئینہ ہے کہ جن میں ہر فعل کا عکس زندہ و

سلامت اور جیتا جاگتا موجود رہتا ہے حضور اکرم ؐ کی صداقت کا آغاز اسی جگہ سے ہوتا ہے، جب دشمن بھی امانت کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں، عمر جیسا بہادر دشمن جس کی تلوار سے خون ٹپکتا، اور جس کے نام سے عرب تھرا رہا تھا، بھری مجلس میں یہ وعدہ کر کے اٹھتا ہے کہ عبداللہ کے لڑکے کا سر ابھی لاتا ہوں۔ تلوار لے کر باہر نکلتا ہے، اور بہن کے ہاتھ میں کلام الٰہی کی آیات دیکھ کر اٹھتا ہے کہ:-

"یہ انسانی کلام نہیں خدا کا کلام ہے"۔

عمرؓ کی شخصیت جو آگے چل کر فاروق اعظم کے لقب سے مشہور ہوئی۔ ایک چنگاری تھی جس نے قریش کے صبر و عقل کے شعلے آسمان تک پہنچا دیئے۔ زمین کا چپہ چپہ محبوب رب العالمین کے خلاف ہو گیا اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ رستہ میں گڑھے اور اندھے کنویں کھودے جانے لگے، تو سرور عالم نے اس گروہ کو اس طرح مخاطب فرمایا:-

میں تم ہی لوگوں میں پلا اور بڑھا چھوٹے سے بڑا تمہارے سامنے ہوا بچپن تمہارے بیچ جوانی سے بدلا۔ اگر میں نے کبھی جھوٹ بولا ہو یا کوئی غلط بات میری زبان سے نکلی ہو یا میرے اعمال و اقوال میں کوئی فرق دیکھا ہو تو سمجھ لو کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ غلط ہے ورنہ یقین کر لو کہ عبادت کے قابل صرف وہی ایک ذات ہے جس کی طرف میں تم کو بلا رہا ہوں غضبناک گردنیں پھیر کر انتہائی غیظ آلود نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا، خاموش زبانیں کھلیں، اور کہا یہ صحیح ہے کہ تو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور یہ بھی درست ہے کہ تجھ سے کسی کو اذیت نہیں پہنچی، اور یہ بھی سچ ہے کہ ہماری آنکھوں نے تجھ میں کوئی خرابی نہیں دیکھی مگر یہ کیا کم ہے کہ تو ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کے رستے کو غلط بتا رہا ہے۔ کیا اب بھی تو ہم سے توقع رکھتا

ہے کہ ہم تیرے ساتھ بھلائی کریں گے اور تجھے زندہ چھوڑ دیں گے۔"
قرآن مجید کے معجزے کے بعد جو آج چودہ سو برس سے ڈنکے کی چوٹ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ تم کو اس کتاب کی صداقت میں شبہ ہو تو اس جیسی ایک صورت بنا دو، دوسرا معجزہ یہ ہے کہ دشمن وا نستہ نہیں رہا ہے مگر زبان صداقت اثبات کے اعتراف پر مجبور ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا اسلام معجزہ تھا حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا بھی معجزہ سے کم نہیں۔
حیات مقدس کے شاداب پھولوں کی پنکھڑی نے نہ صرف گھر والوں کے دل و دماغ بلکہ تمام فضا کو معطر کر دیا۔ ابو طالب جن کے گھر میں حضورؐ نے بچپن کا وقت بسر فرمایا ان کی لونڈی کہتی ہے کہ "گھر کے سب بچے ہر وقت لڑتے رہتے تھے جب کھانے پینے کی چیزیں آتیں تو جھپٹ جھپٹ کر لیتے۔ مگر آپ نے کبھی توجہ نہ فرمائی۔ جو ملتا وہ لے لیتے، جو دیا جاتا اس پر قناعت فرماتے۔ نہ غل غپاڑے سے رغبت۔ لہو لعب سے بے زار۔ ہر وقت خاموش کسی خیال میں مستغرق۔

## حضرت حمزہؓ کا اسلام

قدرت نے پھول کی خوشبو صرف چمن تک محدود نہیں رکھی۔ بلبل بیمار کا نالہ جب بادِ لداریں بلند ہوتا ہے تو دیکھنے والی آنکھیں اس کے ساتھ روتی ہیں اور دل دل تڑپ تڑپ کر اس کی صدا کا استقبال کرتے ہیں۔ قریش کے وہ افراد جو یتیم عبداللہ کو آنکھوں پر جگہ دے چکے تھے۔ اور شب و روز قربان ہو رہے تھے۔ اپنے خویشوں کے خلاف اپنے بھائیوں کے مظالم کی تاب نہ لاسکے، مگر تعداد میں تھوڑے۔ طاقت میں کم اور برادری میں کمزور تھے۔ بیکار چیخنے، بے سود بلبلاتے اور بے فائدہ مقابلہ کرتے۔ حضور اکرمؐ کی تلقین لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہی تھی۔

ایک روز حبیب پروردہ کائنات سے آفتاب کی ابتدائی گھڑیاں کھیل رہی تھیں خدا کا رسول کعبۃ اللہ کے پاس خاموش بیٹھا اپنے خدا کی یاد میں غرق تھا کہ ادھر سے ابوجہل کا گذر ہوا۔ وہ قریب آیا سخت گالیاں دیں اور کوئی غلیظ لفظ ایسا نہ تھا جو زبان پر نہ لایا ہو۔ بشریت چشم مبارک میں آنسو بن کر چھپنے لگی جس کو یاد کر رہے تھے۔ اس کی طرف آسمان کو دیکھا۔

نگاہ محبوبانہ معلوم کائنات سماوی میں قدرت کے ساتھ کس کس جگہ کو چھلنی کر گئی ہوگی۔ ازلی و ابدی طاقت اپنے محبوب کی حمایت کو اپنے قانون کے تحت میں اٹھی۔ حمزہؓ حقیقی چچا جو قریش کے نمونہ تھے شکار سے واپس ہوئے تو ان کی لونڈی نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا "تمہارے بھتیجے محمدؐ کو ابوجہل نے بلاوجہ ایسی گالیاں دیں کہ میں تھرا گئی۔ قربان اس کی مظلومیت و معصومیت کے جواب صرف ایک ٹھنڈے سانس سے دے کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔"

قدرت خداوندی اپنا کام کر رہی تھی۔ حمزہؓ جو کل تک دشمنوں کے ساتھ تھے اتنا سنتے ہی غصہ سے لال ہوگئے۔ اور کمان ہاتھ میں لئے سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے، اور کہا:-

"بدمعاش تیری نالائقیاں حد سے گذر گئیں۔ تو سمجھتا ہے بنی ہاشم مر گئے اور عبداللہ اور عبدالمطلب کے بعد محمدؐ کے سر پر کوئی نہ رہا ابھی میں تیرا سر کچلنے اور تیرے حمایتیوں کو تہ وبالا کرنے کے واسطے زندہ ہوں۔"

اتنا کہہ کر حمزہؓ نے اپنی کمان اس زور سے ماری کہ ابوجہل کا سر پھٹ گیا اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ابوجہل اپنی غلطی کا اقرار کرتا، مگر نگاہ محبوب آسمانی کلیجے توڑ چکی تھی اور خالق الموجودات کے حضور سے خالی آنسو الٹی نہ تھی جنہ کار

قریش کا گروہ اور ابوجہل کے ساتھی حمزہ اور ابوجہل کے تیور دیکھ رہے تھے، کہ حمزہ نے باآوازِ بلند کہا۔ ابوجہل غور سے سن میں محمدؐ پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ حضرت حمزہؓ کے اسلام نے دبی ہوئی چنگاریوں میں آگ لگا دی خاموش دشمن بھی میدان میں آ گئے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی، کہ حبیب خدا کا محبوب اور آمنہ کا لال اپنا سر درگاہ رب العزت میں جھکاتا تو جفا شعار غلاظت کے ڈھیر اور مردہ جانوروں کی آلائش سر پر اس طرح رکھ دیتے کہ سر اٹھانا مشکل ہو جاتا تھا۔

# بی بی خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال

ایک طرف نبوت کے مراحل بتدریج پورے ہو رہے تھے اور دوسری طرف قدرت اپنے قوانین کی تکمیل کر رہی تھی کہ رسالت کی طاقت اور کامیابی کا وزن اتنا زیادہ نہ ہو جائے کہ تکالیف کا خاتمہ شانِ نبوت کو ہلکا کر دے۔ عمر اور حمزہ کے اسلام نے قلب مبارک کو جو تسکین دی اسکی کسر یوں نکلی کہ خدیجہ جیسی رفیقِ زندگی اور ابو طالب جیسے مربی و سرپرست کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان دونوں سانحوں نے جو اذیتیں پہنچائیں، وہ نہایت جگر خراش ہیں۔ ملنا جلنا کھانا پینا لین دین خرید و فروخت سب بند کر دی۔ اور مٹھی بھر مسلمانوں پر وہ وقت آیا کہ اناج کے دانے اور پانی کے قطرے بھی میسر نہ آتے تھے اور کیفیت دنوں اور مہینوں نہیں برسوں رہی کہ سردارِ دو عالمؐ اور ان کے کلمہ گو کھانے پینے کو محتاج ہو گئے مگر تکالیف کے اس انبار اور اذیت کے اس مجموعہ نے کبھی قدم نہ ڈگمگائے، اور مقصد کی تلقین پہلے سے بھی زیادہ فرمانے لگے۔

# مدینہ پر اسلام کا اثر

حج کا موسم تھا۔ مدینہ والے حج کرنے آئے حضور اکرمؐ نے انکے سامنے اسلام پیش کیا

ان میں سے سات آدمی مسلمان ہوئے اور جب گھر واپس آئے اور بہت سے لوگوں کو سرورِ عالم کی زیارت کا شوق ہوا۔ ان میں سے ایک شخص سعد بڑے قبیلے کے سردار تھے مصعب نے جو مسلمان ہو چکے تھے انکے سامنے قرآن پڑھا، وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے لگے اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ انکے ساتھ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا، اور مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد مکہ سے بھی زیادہ ہو گئی۔

## ہجرت

ترکِ وطن ایک ایسی اذیت ہے جسکا اثر صرف موت ہی قلب سے زائل کر سکتی ہے کہتے ہیں کہ خدا چڑیا کا گھونسلہ بھی نہ اُجاڑے مگر محبوبِ رب العالمین نے جو مصائب برداشت فرمائے اور فرما رہے تھے ان میں ایک چیز باقی تھی کہ وطن کو خیرباد کہتے اور جس زمین پر اور جس گھر میں پرورش پائی تھی اس کو حسرت سے دیکھتے ہوئے رخصت ہوتے یہ وقت بھی آ گیا، اور جب منافقوں کا کینہ حد سے آگے بڑھ گیا اور مسلمان تڑپ اٹھے تو آپ نے مدینہ کی ہجرت کا حکم دیدیا اور یہ لوگ وہاں جا کر بس گئے منافقوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور جان کے درپے ہو کر فیصلہ کیا۔ کہ کسی دن رات کے وقت سوتے میں قتل کر دو یا علی الصباح کعبۃ اللہ کے راستہ میں۔ اس رائے پر سب متفق ہو گئے اور وہ دن آیا جس کی رات یا رات کی صبح اس مقصد کی تکمیل کرنے ہے۔

## صدیق کی درخواست

دورِ حاضرہ اگر یہ تسلیم نہ کرے کہ روحانی اعانت کا کائنات میں وجود ہو تو اس دعوے کے روبرو گردن جھکانی پڑے گی کہ جس صبح کو یہ مشورہ طے ہوا اسی دوپہر کو آمنہ کی گود

میں کھیلنے والا لال' اور حلیمہ کے دودھ سے پلنے والا چاند ابوبکرؓ کے گھر بے وقت اور خلاف عادت چمکا اور فرمایا :۔ "میں مدینہ جاتا ہوں"
حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "اجازت دیجئے کہ میں بھی ہمرکاب ہوں" حضور علیہ السلام نے فرمایا "اچھا" اس اجازت میں جو معلوم کیا مسرت پوشیدہ تھی اور صدیقؓ کی محبت میں عشق کا کونسا جذبہ شامل تھا کہ مسرت کے لاتعداد آنسو آنکھوں سے نکل کر پائے اقدس پہ قربان ہوئے۔

## شیر خدا کی قربانی

حیات مقدسہ کے پاکیزہ اوراق اب وہ گزرا ہوا وقت ایک دفعہ اور سامنے لاتے ہیں جب آل غالب کا مجمع بیٹھا ہوا ہے۔ نبوت کا ابتدائی وقت ہو اور ایک جم غفیر قتل پہ کمربستہ ہے۔ تلقین کے بعد حضور فرماتے ہیں کہ "تم میں سے کون خدا کی راہ میں میرا ساتھ دے گا۔" بڑھے اور جوان سب خاموش تھے کہ ایک دس برس کا بچہ کھڑا ہوا اور کہا :۔
"اے خدا کے رسول میں دل و جان سے حاضر ہوں اور اس سے زیادہ کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ ننھی سی جان تیرے قدموں پہ قربان ہو۔"
یہ معصوم بچہ علی ابن ابی طالب تھا جس کی بے گناہ زبان حقیقت کی ترجمان اور جس کا جذبہ محبت تلوار کی طرح منافقین کے حوصلوں کو ذبح کر رہا تھا اس وقت بلند قہقہوں نے خدا کے شیر کی ہنسی اڑائی مگر قدرت نے فیصلہ کر دیا کہ یہ شقی القلب جو آمادۂ تضحیک ہیں اسی بچہ کے سامنے دانت پیسیں گے۔ اس کے الفاظ پورے ہوں گے اور اپنی جان پیش کر کے دنیا کو دکھا دیگا کہ کس طرح خنجر آبدار خلوص کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور بڑی بڑی طاقتیں عاجز و لاچار ہو کر بیکار ہو جاتی ہیں۔

رات سر پہ آ پہنچی اور وہ یہ رات تھی جس کی دوسری منزل محبوبِ خدا کا فیصلہ کرچکے۔ اس وقت سرورِ دوجہاں نے حضرت علی پر اپنا خیال ظاہر فرمایا اور کہا :-

"تم میرے بستر پر سو جاؤ"

آدھی رات کے سنسان وقت میں جب فانی دنیا کے جھوٹے شیدا آستانۂ سرکار کے باہر اونگھ رہے تھے، سردارِ دوجہاں باہر تشریف لائے۔

آسمان عقل کے اندھوں پر کھلے ہوئے دانتوں سے ہنس رہا تھا، اور زمین جفا کار ہستیوں کو تھپک رہی تھی۔ کسی نامعلوم طاقت نے دشمنوں کی آنکھوں میں خاک جھونکی اور ان سب کی نگاہوں میں سے خدا کا پیارا قدرت کی حفاظت میں مکہ سے روانہ ہوا۔

منافقین کی بے چینی پر صبحِ صادق کھلکھلا کر ہنسی، مجمع اندر گھسا تو دیکھا کہ جس بچہ کے الفاظ کو وہ صفا کی چوٹیوں پر گونجتے سن چکے تھے وہ بسترِ استراحت پر ہے۔ آپے سے باہر ہو کر گھسیٹتے ہوئے کعبہ تک لائے اور قصد کیا کہ اس کے خون سے اپنی آگ ٹھنڈی کریں، مگر قدرتِ خداوندی کو ابھی معصوم الفاظ کی تکمیل باقی تھی وہ خود ہی بگڑے اور کہا :-

"اس کے قتل سے کیا حاصل، محمدؐ کو راستے میں پکڑو اور قتل کرو۔"

## غارِ ثور کا رفیق

حضرت ابوبکرؓ جن کی صداقت پر رسالت گواہ ہے ہمرکاب تھے۔ اس خیال سے کہ دشمن پیچھا نہ کرے، سرورِ عالم نے راہ میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ یہ ایک غار تھا جس کا نام ثور ہے۔ اس راز کا علم حضرت صدیقؓ کے لڑکے اور لڑکی کو تھا جو شام کو خاموشی سے کھانا پہنچاتے تھے۔ خوش نصیب تھا غارِ ثور اور اس کے اینٹ

پیغمبرحق کو ایسے جلیل القدر انسان کی مہمان نوازی کا فخر حاصل ہوا۔ رسالت اور صداقت کا فرق مسلمانوں کو غار ثور نے بتایا اور ہم نے اس کسوٹی پہ دیکھا کہ افضل البشر اور رسول ہاشمی میں کیا فرق تھا۔ فطرت انسانی دونوں دلوں میں کام کر رہی تھی۔ چنانچہ حضرت صدیق نے فرمایا کہ" اعدا کی تعداد زیادہ ہے اور ہم دو ہیں" رسالت مآب کا جواب یہ تھا:۔

کہ" ہم دو نہیں، تیسرا ہمارے ساتھ خدا ہے"

یہی ہوا کہ دشمن ناامید ہو گئے اور تین دن تک خدا کا رسول اور اس کا دوست غار ثور میں پوشیدہ رہ کر چوتھے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

## سُراقہ کی دشمنی

منافقین کی کامیابی کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے قتل و گرفتاری کے انعام مقرر کئے۔ جو شتر اونٹ تک پہنچ گئے۔ ایک شخص سُراقہ انعام کے لالچ میں آئی اور دلی ہوئی عداوت سے کھوج نشان لیتا ہوا چلا اور منزل مقصود کے قریب جا پکڑا۔ یہ بھی عجیب ساعت تھی۔ چہرہ اقدس کا عاشق صادق رستے بھر پیادہ چاروں طرف دیکھتا بھالتا جلوس میں جا رہا ہے اور دلی آرزو یہ ہے کہ اعدا پہلے میری گردن جدا کر دیں تاکہ شہادت حبیب آنکھ سے نہ دیکھوں۔ صدیق کی یہ رات وہ رات ہے جس پر فاروق کی یہ حسرت اسلام میں کندن کی طرح دمکے گی کہ:۔

"عمرؓ کے عمر بھر کے اعمال ابوبکرؓ کی اس رات پر قربان ہیں"۔

مکہ کے بدیسی مہمان گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں پناہ لینے جا رہے تھے کہ اغیار آ پہنچے۔ اور آناً فاناً سراقہ نامی دشمن تیغ برہنہ لئے نمودار ہوا۔ اب سچا دوست اس

غرض سے آگے بڑھا کہ تلوار کا وار اپنے سر پہ لے کر خدا کے رسول پہ قربان ہو۔ ایک عیسائی مورخ حیران و پریشان لکھتا ہے کہ "دنیا اس استقلال کی مثال مشکل سے پیش کرے گی۔ محمدؐ کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی اور اپنے ساتھی سے کہا:-

"گھبراؤ نہیں خدا ہماری مدد کرے گا"

عقل کے دشمن جو ہر وقت عقل و قیاس کا کلمہ پڑھتے ہیں یہاں تک تو رینگتے یا کر پہنچ جاتے ہیں، اور دبی ہوئی یا مری ہوئی زبان سے ہوں ہاں کر لیتے ہیں۔ مگر آگے چل کر زبان کٹ جاتی اور قلم چکراتا ہے۔ اب عقل ہی سلیم فیصلہ کرے اور بتائے کہ ایک تن تنہا اور بے یار و مددگار پوری جماعت کے سر پہ سے اور آنکھوں کے سامنے سے نکل جاتا ہے اور جماعت سر پیٹ کر چھوڑ جاتی ہے۔ ایک شخص کا اور وہ بھی تنہا، (تلوار یا نیزہ تک بھی نہیں) سینکڑوں کی تعداد جو مسلح ہیں اور جمع ہوئے ہیں اسی غرض سے (آمادہ ہیں قتل پہ اور تیار خونریزی پہ) آنکھوں میں خاک جھونک کر علی الاعلان اور کھلے خزانے چلا جاتا، آخر یہ قیاس ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو قیاس کونسا؟ اور عقل کس کی؟ اگر نہیں ہے تو حفاظت کس نے کی اور بچانے والا کون تھا؟

وہی طاقت جو گھر سے نکال کر مدینہ کے دروازے تک صحیح سالم لے آئی، اس وقت یوں کام کر رہی ہے کہ سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسنا شروع ہوا، اور سراقہ کو موت کا یقین ہو گیا تو گڑگڑایا، رویا اور التجا کی۔ مشکل تھا، محال تھا کہ کوئی درخواست، کوئی سائل، کوئی طلب دربار رسالت سے خالی جائے۔ گھوڑا زمین سے نکلتے ہی سراقہ کی عقل نے واقعہ کو اتفاق سمجھ کر تلوار تانی اور آگے بڑھا، مقابلہ سراقہ اور آمنہ کے لال کا نہ تھا۔ ازلی اور فانی، ابدی اور عارضی، خالق اور مخلوق، خدا اور بندے کا تھا۔ تلوار ہاتھ میں رہی اور گھوڑا پھر دھنسنا شروع ہوا، سراقہ کی گنہگار آنکھیں شرمندہ صورت اور محسن کش دل اب پھر کرم کا خواستگار ہوا، یہ عجیب وقت تھا،

انسانیت سے بلند شان رسالت نے رحم کا وہ سماں دکھا دیا کہ گردن نکالنے کے سوا چارہ نہیں۔ سُراقہ کا گھوڑا نکلا، مگر اب اس کی بے ایمانی تجاوز نہ کر سکی اور ایسا دم دبا کر بھاگا کہ پھر نہ پلٹا۔

مکہ کے شاداب پھول کی مہک جب مدینہ پہنچی، اور وہ چند

**مکہ مدینہ میں** آدمی جو حج کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے انھوں نے جا کر کیفیت بیان کی تو لوگوں کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ وہ خود مکہ آنے کو تیار ہو گئے مگر جب ان کو معلوم ہوا کہ آمنہ کا لال مدینہ جگمگانے آرہا ہے تو استقبال کو سب تا بانہ باہر نکلے۔ عورتیں کوٹھوں پر بچے راستے میں اور مرد سڑکوں پر جمع ہو گئے اور ذوق و شوق میں اس طرح گانا شروع کیا۔

گذر ہو جس راستہ سے تیرا بچھائیں اس راستہ میں آنکھیں
یہ آگ دل کی ہو ٹھنڈی آقا، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

ہمارے دل ہیں یہاں ہوں تیرے ہماری پلکیں مکان تیرا
بٹھائیں آنکھوں پہ تجھ کو مولا، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

دکھا اب ہم کو جمال اپنا، کریں ہم آنکھوں کو اپنی روشن
ملک سے افضل بشر سے اعلیٰ، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

یہ مال ہمارے نثار تجھ پر، کریں گے ہم تجھ پہ جان قرباں
بصد عقیدت بصد تمنا، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

ہوئے ہیں آپے سے اپنے باہر خوشی سے ہیں تجھ کو لینے آئے
یہ بستی پوری، یہ گاؤں سارا، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

گھروں سے باہر ہیں آن پہنچے کہ تا کریں پیشوائی تیری
ہے وجد میں آج ذرہ ذرہ، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

ردیف کیسی، وزن کہاں کا کدھر کے معنی تو کیسا مطلب
ہے عجز و عاجز کا ایک جذبہ، درود پڑھ کر سلام پڑھ کر

تثلیثی دنیا حضرت عیسیٰؑ پر جس قدر ناز کرے صحیح مسلمان بھی اس فخر میں ایک حد تک ہمنوا ہیں، مگر ہے کوئی جو اس کا بطلان کر سکے کہ ۳۳ سالہ زندگی میں فقط تین سال کے حالات کا ذخیرہ موجود ہے اور اس کے بعد ہر تاریخ اور ہر ذریعہ خاموش اور ساکت۔ لیکن خاتم النبیین کی مقدس زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سانس پیش نظر اور محفوظ مسیح علیہ السلام کا درگزر، اور علم و تحمل سر آنکھوں پر مگر نوحؑ اور موسیٰ کی ذات اس سے محروم ہے جس وقت زمین پانی میں غرق ہوئی اور قہر آسمانی نے بارش کی صورت میں قیامت برپا کی۔ موت نے زندگی کو پردہ دنیا سے ناپید کرنے کی قسم کھائی اور غضب خداوندی ہر سمت سے نمودار ہونے لگا زندہ انسان اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ درندوں نے دہشت سے، پرندوں نے حسرت سے روسیاہ مخلوق کی صورت دیکھی۔ رحم و کرم کی صدائیں، زمین و آسمان سے بلند ہوئیں۔ نافرمان پیشانیاں اور گنہگار سر خدا کے حضور میں جھکے۔ اور وہ منافق اور نمک حرام جنہوں نے نوحؑ کی ہنسی اڑائی تھی اور خدائی پر ٹھٹھے لگائے تھے روتے اور گڑگڑانے لگے تو قدرت منتظر تھی فیصلہ کی اس شخص کے جس کی کشتی اطمینان و سلامتی کے ساتھ پھول کی طرح پانی میں تیر رہی تھی دفعتہً زمین کے کانوں اور آسمان کے حافظہ میں اس کے یہ الفاظ پہنچے۔

"الٰہی ان میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑ"

اسی طرح گو دنیا بھول جائے لیکن تاریخ اس واقعہ کو دہرائے گی۔ جب ایک قبطی کی جان موسیٰ کے گھونسہ پر قربان ہوئی اور ان کی بددعاؤں نے بنی نوع انسان پر غداریوں کا تار باندھ دیا۔ اب آج کی دنیا کو ضرورت تھی، ایک ایسے انسان

کی جو تمام نبیوں اور پیغمبروں کی صفات کا مجموعہ ہو۔ قدرت اپنے ہاتھوں سے تعمیر کے بعد اپنی بےمثل مخلوق کو بوسہ دے اور دنیا کو دکھا دے کہ ایک انسان کامل دنیا کے تمام تعلقات میں شامل اور زندگی کی ہر ضرورت میں داخل ہو کر کس طرح اسباب عیش و عشرت کو ٹھکرا کر نفس کو مغلوب کر سکتا ہے۔

# اغیار کا اعتراف

صرف مسلمان ہی نہیں ہر انسان نگاہ بلند کرے اور سامنے دیکھے موسوی عہد گزر چکا مسیحی دور ختم ہوا۔ نبوت و رسالت کے جلوے اپنے اپنے رنگ دکھا کر فنا ہوئے اور وہ وقت آ گیا کہ آمنہ کے لال کی رسالت کا نقارہ بجے۔ اعلان نبوت کوس لمن الملک کی طرح دنیا میں گونج رہا ہے۔ آسمانی کتابوں کے ماہر تلاش کے قدموں آگے بڑھ رہے ہیں اور تحقیق کی آنکھیں یتیم عبداللہ کے گھر مکہ کا طواف کر رہی ہیں آفتاب نصف النہار پر ہے۔ اور عرب کی قیامت خیز گرمی نے آفت بپا کر رکھی ہے یروشلم کے دو یہودی تورات و زبور کے عالم جن کے دلوں کو آیات ربانی نے تقدیس کدورت سے صاف کیا تھا مکہ کی سرزمین پر داخل ہوئے اور اپنے ایک ہم مشرب و ہم مذہب یہودی بقال کی دوکان پر ٹھہر کر کہا۔

"وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہاں ہے"

میزبان بقال اپنے مہمانوں کے شوق کا استقبال بلند قہقہہ کی صدا میں کر رہا تھا کہ غل غپاڑہ کی آواز کان میں آئی اور ابھی سیاحوں کی آنکھوں نے دیکھا کہ آدمیوں کا غول چیختا چلاتا ہوا آ رہا ہے یتیم زدن میں مجمع سر پر آ پہنچا تو معلوم ہوا سیاہ کمبل میں لپٹا ہوا ایک انسان بیچ میں ہے جس کے قدموں کو نبوت اور رسالت چوم رہی ہے سر سے خون کے فوارے جاری ہیں، لڑکے اور بچے پتھر مار رہے تھے اور نوجوان چاروں طرف سے

اس کے اوپر پتھر برسائے جا رہے ہیں اور سر کنڈے مار رہے ہیں۔ یہودی کا دل تڑپ اٹھا۔ ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوا۔ اضطراب کی لہریں چہروں پر دوڑنے لگیں اور مکہ والوں کے ان مظالم پر لعنت کی بوچھاڑ کرتے ہوئے لوٹے تو بلال نے کہا۔

"جس کی آرزو تم کو یہاں تک کھینچ کر لائی وہ محمد ﷺ یہی ہے"

شوق حیرت سے بدلا اور تعجب کے آثار نمودار ہوئے اور دل نے تسلی ہمدردی میں رحم شامل ہو چکا تھا۔ فیصلہ کیا کہ آزمائش کا بہترین موقع ہے یہ جگر خراش مظالم خالی جانے والے نہیں۔ یہ خون رنگ لائیگا اور دعوی سچا اور رسالت برحق ہے تو اس کی بد دعا تلملا کر یا عرب کا کلیجہ توڑ دے گی اور عذاب الہی ان ظالموں کا ناس کرے گا۔

یہودی مجمع کے ساتھ آگے بڑھے چند قدم چلے تھے کہ ایک پتھر نے سرکار کی پیشانی زخمی کی اور خون کی تلی جاری ہوئی دونوں اس شوق کے تجسس کی آرزو کر گزر رہی تھی اور دل مظالم پر رو رہا تھا قریب پہنچ گئے۔ پتھر اور کانٹے پڑ رہے تھے کہ ان کے سامنے ایک عجیب سماں آیا۔ عبد اللہ کا یتیم جسکے حامی قبروں میں جا چکے تھے اور جس کا کوئی والی وارث زندہ نہ تھا اٹھا کمبل کے دامن سے پیشانی کا خون پونچھ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا:-

"معبود حقیقی میری قوم کی غلطیوں کو معاف کیجیو۔ بے گناہ ہے اس نے ابھی تک مجھ کو سمجھا نہیں"

استعجاب کا خون رگوں میں بجلی کی طرح دوڑا اور عقیدت نے جسم میں لرزہ پیدا کر دیا۔ فضائے شور و شغب میں ایک متفقہ چیخ یہودیوں کی بلند ہوئی اور دونوں سر پیٹتے ہوئے قدموں میں گرے"

"لاریب تو رسول برحق ہے"

زندگی کے اس خوشنما دربار میں اس ظلم و ستم پیشہ نفس کو مغلوب کرنا ایسا معجزہ ہے کہ جس کا جواب دینے میں عفو و تحمل کے فرشتے خاموش ہیں۔ یہ رحم و کرم یہ ایثار درگزر عدیم النظیر ہے۔ جویائے حقیقت دریائے تاریخ میں لاکھ غوطے لگائے مگر یہ در شہوار میسر نہیں آتا اور عقل سلیم گردن جھکا کر صرف اتنا کہتی ہے :-

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

توسن قلم میدان تاریخ کو طے کر لینے کے بعد میدان سیرت میں ایجاز سے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور متعجب ہوتا ہے کہ کیسے دل اور کیسے اوصاف تھے ان لوگوں کے جنہوں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا مگر زندگی کی کشمکش نے ایمان [illegible] جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ معمولی انسان نہیں پیغمبر ہے مگر ایسے کینہ دوز اور سیاہ قلب تھے کہ دل کی حقیقت سے دماغ کو اور آنکھ کے تماشے کو زبان کو محروم رکھتے تھے۔

**نضر کا اقرار** حج بیت اللہ کا وقت قریب ہوا اور اس فکر نے قریش کی جان پہ بنا دی ہے کہ لوگ دور دور سے آئیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے جلسے ہو رہے ہیں مشورے کئے جا رہے ہیں اور تجویزیں سوچی جا رہی ہیں کہ کیا طریقہ اختیار کریں اور نو وارد بھولے بھالے مسافروں کو کس جال میں پھنسائیں کہ منزل مقصود سے دور رہیں اور یہ بھنک کانوں میں نہ پڑے۔ وسیع پیمانہ پر ایک عام جلسہ سے کٹر دشمن نضر بن حارث کی صدارت میں منعقد ہوا۔ یہ ان ملعونوں میں سے ایک ہے جو شب و روز قتل کے منصوبوں میں منہمک تھے۔ پتھر اس نے پھینکے گڑھے اس نے کھودے کانٹے اس نے بچھائے اوجھڑیاں اس نے ڈالیں متفقہ تجویز ہوئی کہ زائرین بیت اللہ کے کانوں میں پہلے یہ بات ڈال دو اور یقین دلا دو کہ محمد نعوذ باللہ مجنون ہو گیا اور جھوٹا دعویٰ کرتا پھرتا ہے جب تجویز ہو چکی تو نضر نے کھڑے ہو کر کہا۔

"بات وہ کرو کہ اپنے اوپر آنچ نہ آئے اور دنیا ہم کو نکو نہ بنائے مکہ کی زمین پر آج تک کوئی شخص ایسا نہیں آیا جس کے کانوں نے تمہاری زبانوں سے محمدؐ کی تعریف نہ سنی ہو تم نے ہمیشہ اسکی صداقت کا اقرار کیا اور سدا اسکی امانت کو گیت گائے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے بچے سے جوان ہوا اور اب سر میں سفید بال ہمارے سامنے نمودار ہوگئے مگر ہم نے باہم میں سے کسی نے آج تک کسی معاملہ میں اسکی لغزش دیکھی نہ سنی کہ تل کا پہاڑ بنا کر اسکو بدنام کرسکیں ابتدا سے انتہا تک اور روز پیدائش سے اس وقت تک کہ نصف صدی سے زیادہ مدت گزر چکی اس کی عمر میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ملتا جس پہ حرف گیری ہوسکے اور لب کشائی کرسکیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے ہماری اپنی تذلیل و تضحیک ہے۔ دنیا ہنسے گی اور لوگ مذاق اڑائیں گے اور مخلوق ہم کو مطعون کرے گی کہ کل تک جس منہ سے اسکی انسانیت کا کلمہ پڑھتے تھے آج اسی منہ سے اسکو جھوٹا کہتے ہو۔

نضر بن حارث دنیا سے اٹھ چکا اور اسلام کا وہ دور بھی ختم ہوا مگر نضر کی تقریر اور حضور اکرم کی صداقت و امانت کا یہ اقرار تاریخ میں چمک دمک رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے کہ اس سے بڑا معجزہ کیا ہوگا کہ اس دشمن کی زبان بھی جو مر آزار کے درپے یہاں تک کہ قتل پہ کمربستہ ہو۔ اسی طرح اعتراف کر رہی ہے کہ کیا دنیا کی کوئی تاریخ دنیا کا کوئی انسان اسکا جواب دے سکتا ہے کہ اسکی زندگی اغیار کی تاریخ میں اس طرح چمک رہی ہو۔ الفاظ دشمن جانی کے ہیں اور تاریخ عدوئے ازلی کی۔

قریش کا بدبخت گروہ جو صبح اس امید پہ شام اور ہر شام اس توقع پہ صبح کرتا کہ آج جھگڑا ختم اور یہ پاپ کٹ جائیگا خیب ہر طرح سے ناکام اور ہر طرف سے

مایوس ہوا تو بدرجۂ مجبوری ابوطالب کے پاس پہنچا، اور کہا کہ اب اسکا فیصلہ کیجئے اور اپنے بھتیجے کو منع کیجئے کہ وہ ہمارے خداؤں کے خلاف کچھ نہ کہے اور توحید کو زبان پر نہ لائے۔ ابوطالب نے آپ کو بلا کر سامنے بٹھایا، اور کہا:۔ کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں غور سے سنو۔" قریش بدستور کہتے رہے اور تقریر ان الفاظ پر ختم کی۔

"اگر نکاح کا خواہشمند ہو تو قریش کی متمول سے متمول اور حسین سے حسین عورت ہم تیرے نکاح میں دیں، اگر دولت کی آرزو ہو تو مال و متاع۔ نقد جائداد زمین مویشی جس قدر کہے ابھی حاضر کر دیں۔"

جب ابوطالب نے بھی اس گروہ کی تائید کی تو حضور اکرمؐ نے خیال فرمایا کہ چچا جس نے میری پرورش کی میرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ جواب دیا:۔

اگر قریش آسمان سے چاند اور سورج لا کر میری گود میں بٹھا دیں تو بھی میں خدا کے احکام نہیں چھوڑ سکتا۔ کس کی عورت اور کیسی دولت، ضرورت صرف صداقت کی ہے جس کی طرف میں بلا رہا ہوں۔"

ہمدردی کی آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں، اور محبت سے لبریز دل تڑپتا ہوا بلبلاتا ہے جب یہی دشمن مورخ اسی پاک ذات کے متعلق جس نے زر و دولت کو ٹھکرا دیا۔ عزت و اکرام کو لات مار دی، یہ واقعہ بیان کرتا ہے۔

رحلت کے عرصہ دراز بعد بی بی عائشہؓ ایک موقعہ پر کھانا کھا رہی تھیں۔ اور آنکھ سے زار و قطار آنسو جاری تھے، ان سے رونے کی وجہ دریافت کی، تو فرمایا: "خدا کا رسول اور میرا شوہر جس پر نبوت ختم ہوئی دنیا سے رخصت ہوا، مگر مجھ کو دنیا نے اتنی اجازت نہ دی کہ کبھی ایک وقت کی روٹی حضور کو پیٹ بھر کے کھلا دیتی! آج یہ حسرت رو رہی ہے میرے حلق میں نوالہ نہیں اترتا، جی چاہتا ہے کہ تنہا رو

ہوتے تو پہلے ان کو کھلاتی اور پھر خود کھاتی۔
انصاف آقائے نامدار کے قدم چومتا ہے۔ عقل ثنا خواں ہوتی ہے، اور ایمان
بآواز بلند کہتا ہے۔
"درود تجھ پہ شفیع محشر رسول تو ہی حبیب تو ہے"
باغیچۂ دہر میں صبح شام انواع واقسام کے پھول کھلتے اور مرجھاتے ہیں۔ مگر
زمین کا وہ قطعہ جس کی آغوش کسی خاص پھول سے بسی مدتوں رستہ چلیتوں کے
دماغ معطر کر دیتا ہے۔ قندیل فلک ہر چودھویں تاریخ کو پردۂ دنیا پر تمام رات
جگمگا کر صبح کو جھلملا جاتی ہے مگر بزم شب کا وہ سماں ان دماغوں سے پوچھنا
چاہیئے جن کے دلوں سے اس کی یاد موت کے سوا دوسری طاقت جدا
نہیں کر سکتی۔ مادر گیتی کے پیٹ سے لاتعداد انسان مرد اور عورت ظہور
پذیر ہوئے مگر آمنہ کا لال اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا شوہر وہ انسان تھا، جس کے مقدس
نام پر عقل سلیم بے ساختہ قربان ہوتی ہے۔

**دونوں بیبیوں کی شہادت** مسلمانوں کی دونوں محترم ماؤں، ام
المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، اور ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمروں میں آسمان
وزمین کا فرق تھا، بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی عمر نبوت کے وقت
پچپن سال تھی۔ یہ بالکل بڑھاپے کا وقت ہے، اور حالات یہ ہیں کہ
شوہر نے ان کی ہزاروں روپے کی جائداد اپاہجوں، اور حاجتمندوں
کو دے دی۔ مگر وہ اس پر فخر کرتی ہیں، اور اشاعت اسلام
میں آخری وقت تک پوری مدد دیتی ہیں۔ سرور دوجہاں کا محرم راز
بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔ اور ان سے بہتر شہادت
اور کس کی ہو سکتی تھی کہ جان و مال سے قربان ہوئیں اور جب تک

زندہ رہیں حضور اکرمؐ کے واسطے سپر کا کام کیا۔ دوسرا بیان بی بی عائشہ صدیقہؓ کا ہے جو عمر میں بہت کم تھیں۔ نوجوانی میں بیوہ ہوئیں اور سہاگن رہیں تو آرام و آسائش تو درکنار پیٹ بھر روٹی میسر نہ ہوئی، مگر رحلت سرکار کے بعد اس وقت جیسا بچپن اور جوانی بڑھاپے سے بدل گئی، خاک عرب سے اٹھنے والے ہادیٔ برحق کا کلمہ پڑھتی ہوئی زیر زمین پہنچ گئیں۔

**تیسری گواہی** قیس بن سائب جو ایک دفعہ شریک تجارت تھا اور مسلمان بھی نہ ہوا تھا حالت کفر میں کہتا ہے۔

"میں نے محمدؐ سے بہتر شریک نہیں دیکھا جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا اور نہ بد دیانتی کی" حضرت انسؓ جو بچپن سے دم واپسیں تک غلامی کی حیثیت سے خدمت اقدس میں حاضر رہے فرماتے ہیں۔

"مجھے کبھی کوئی ایسا کام نہ بتایا جس میں خود شریک نہ ہوئے ہوں یا میری طاقت سے زیادہ ہو اور کسی کام کے بگڑنے پر غصہ نہ فرمایا۔

یہ شان کسی معمولی انسان کیا کسی معمولی نبی یا پیغمبر کی بھی نہیں ہو سکتی زمین و آسمان کی آنکھیں صفات انسانی کا یہ مجموعہ صرف ایک ذات میں دیکھ چکیں یا اس سے پہلے اور اس کے بعد اللہ کا نام تھا اور رہے گا۔

خاتم النبیین پر نبوت ہی ختم نہ تھی، انسانیت بھی ختم تھی۔ جو ہر انسانیت چمک اور دمک سا گئے۔ اسی ایک ذات میں انسانیت کی تصویر دکھا گئی اور بنا گئی وہی انسانی ہستی جس کے سامنے جلیل القدر شہنشاہ زمین بوس ہوئے اور بڑے بڑے فرشتے جس کے دربار کے ادنیٰ غلام تھے۔

فاروق اعظمؓ جیسا بہادر جس کی خلافت نے ایک عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا جس کے نام کو دنیا تھرائی تھی۔ دنیا سے رخصت ہو رہا۔ خون کا فوارہ جاری

ہے اور چند ساعت کا مہمان ہے۔ اس ساعت آخر میں اسکی خواہش، اس کی آرزو، اس کا ارمان صرف یہ ہے کہ جسد خاکی سرور عالمؐ کے قدموں میں دفن ہو

ہزار ہا درود اور لاکھوں سلام اس ذات پاک پہ جو ابو بکرؓ اور عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ جیسی شخصیتیں پیدا کر گئی، جنکے نام اعمال نامۂ حیات میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔
کیسی مبارک تھیں وہ آنکھیں جنھوں نے اس جمال جہاں آرا کی زیارت کی اور کس قدر خوش نصیب تھے وہ مرد اور عورتیں جو اس شمع رسالت پر قربان ہوئے آگ کے شعلوں میں موت کی اذیتوں میں تلواروں کی دھاروں میں ان کے قدم نہ ڈگمگائے اور سخت سے سخت اذیت و مصیبت بھی انکی فریفتگی میں فرق نہ ڈال سکی۔

## خبابؓ کا ایمان

خبابؓ ایک غلام ہیں، جو لوہار کا کام کرتے تھے، اور ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے شروع میں ایمان کی سعادت حاصل کی۔ جب بھٹی سے لوہا دہکا کر نکالتے تھے، تو مالک پہلے ان کی پیٹھ پہ یہ کہہ کر داغ دیتا تھا کہ اسلام کی یہ گت ہے۔ اسکے بعد کام لیتا تھا۔ خلافت فاروقی میں جب زندگی ختم ہو رہی تھی۔ سرکار دو عالمؐ کو یاد فرما کر رو رہے تھے اور اپنی مصیبتوں کا خیال کر کے ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے مجمع میں ان سے درخواست کی کہ ذرا اپنی پیٹھ دکھائیے۔ انھوں نے چادر اٹھا کر دکھائی تو تمام پشت داغوں کے نشانوں سے اٹی ہوئی تھی۔

## دوسرا ایمان

ایک خباب ہی پر منحصر نہیں، ان خوش نصیبوں کا عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس چمن کا ہر خار گلزار تھا اور ان کا ارمان تھا تو صرف یہ کہ کسی طرح سرکارؐ کے مبارک قدموں پہ نثار ہوں۔
زید بن حارثؓ مشہور غلام ہیں۔ یہ نسلاً عیسائی تھے۔ ان کے باپ کو جب پتہ

لگا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بچہ کی رہائی کی التجا کی حضور نے فرمایا۔ زید بالکل آزاد ہے۔ آپ شوق سے لیجائیے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو زید نے باپ کے ہاتھ چوم کر کہا "مجھے چلنے میں عذر نہیں تعمیل کو تیار ہوں۔ مگر سرکار دوجہاں سے ایک لمحہ کی مفارقت گوارہ نہیں کر سکتا"۔

# سرورِ کائنات کے نکاح

غیر مسلم حضرات خصوصاً مشنری، مسلمان عورتوں کو بہکانے میں اکثر کثرت ازواج سے کام لیتے ہیں اور چونکہ یہ مسئلہ فطرتاً عورتوں کے خلاف ہے اس لئے معمولی مسلمان عورتوں میں یہ منتر کامیاب ہوجاتا ہے۔ میجر لڑکین کا ذکر ہے کہ میری ایک عزیزہ کو کوئی غیر مسلم استانی پڑھانے آتی تھیں انکے شوہر نے دوسرا نکاح کر لیا اور وہ اس سے قدر متاثر ہوئیں کہ شوہر سے قطع تعلق پر آمادہ ہو گئیں تمام خاندان کو تشویش ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اسکی تہ میں استانی صاحبہ کام کر رہی ہیں۔ ہم کو کیا کسی مسلمان کو اس سے انکار نہیں کہ حضور اکرمؐ کی نو بیویاں تھیں، اور اسلام نے چار بیبیوں کی اجازت دی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان بیویوں کے ہونیکا کیا مقصد تھا، اور چار نکاحوں کی اجازت کا کیا منشا ہے۔

یہ تو دنیا جانتی ہے کہ سوائے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حضور اکرمؐ کی کوئی بیوی کنواری نہ تھی، اور بعض تو عمر میں دوگنی نہیں تو ڈیوڑھی ضرور تھیں یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ منافقین ایک دو دفعہ نہیں بارہا یہ عرض کرتے تھے کہ اگر تو ہمارے بتوں کو برا نہ کہے تو جس قبیلہ کی اور جس گھر کی اور جو لڑکی تو پسند کرے ہم اسکا نکاح تجھ سے کر دیں۔ خوبصورت سے خوبصورت، معزز سے معزز اور مالدار سے مالدار مگر آپ نے انکار کر دیا اور ہر مصیبت اور تکالیف، وہ ایذا اور وہ اذیت جنکا خیال بھی

انسانیت کے لیئے مدح فرسا ہے۔ گوارا فرمائی۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ ان نکاحوں میں نفسانیت شامل تھی ہم کو اور ہم کو نہیں، ہر ایماندار کو تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ شروع سے آخر تک کوئی نکاح ایسا نہیں ہے، جو مفاد اسلام سے متعلق نہ ہو۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر بی بی خدیجہؓ سے نکاح نہ ہوتا، تو اسلام کی یہ اشاعت ممکن تھی ؟ اور اگر ام المومنین ابتدائی حالت میں شریک نہ ہوتیں اور اپنی دولت اسلام پر قربان نہ کرتیں تو یہ کامیابی بآسانی میسر آجاتی ؟

دو میاں بیوی اسلام قبول کر چکے مگر ان کے عزیز اور دوست ان پر طرح طرح کی تہمتیں اٹھاتے اور سخت سے سخت اذیتیں دیتے رہے ہیں۔ مگر کوئی تکلیف انکے قدم نہیں ڈگمگا سکتیں۔ یہاں تک کہ دن کا راستہ اور رات کا سکون بھی ختم ہو گیا۔ باہر نکلتے ہیں تو لکڑیاں پڑتی ہیں اور گھر میں رہتے ہیں تو پتھر آتے ہیں۔

زمین جان کی دشمن اور آسمان خون کا پیاسا ہے۔ دو کمزور انسانوں کے خلاف مکہ کی ایک پوری طاقت اٹھ کھڑی ہوئی شرارت و خباثت کے شعلے فضائے تمکنت اور سیلاب نخوت میں سیاہ دیوں کو بلند ہو رہے ہیں۔ سر پتھروں سے اور جسم لکڑیوں سے زخمی ہوتے ہیں اور تین سال کے معصوم بچے پر کڑاکے فاقے گذر جاتے ہیں۔

جب رات کی دوسری اور تیسری منزلیں انکا شور و غوغا ختم کر دیتی ہیں اور زندگی کی ضرورتیں نظام عالم سے ہمنوا ہو کر دنیا اور اسکے بسنے والوں کو بے خبر کر دیتی ہیں، تو شوہر اس توقع پر گھر سے باہر نکلتا ہے کہ شاید کوئی مسلمان اس کی خاموش بیوی اور بے گناہ بچے کا پیٹ بھر دے مگر گنتی کے چند مسلمان بھوک کی آگ کو پتھروں سے دبا کے مصروف عبادت نظر آتے ہیں۔ حقیقت تاریک نظر آتی ہے، اور ہر کلفت فراموش کر دیتی ہے۔

جس وقت رات کی حکومت فلک کے قریب پہنچتی ہے۔ تاریکی فلک میں کھلبلی شروع ہوتی ہے اور عنادلے لئے توحید فضائے شرک کے ٹکڑے اڑاتی ہے تو ادائیگی فرض کے بعد شوہر کی گردن دربار رسالت میں جھک کر اپنی داستان مصیبت زبان پہ لاتی ہے۔ پرستاران توحید کی ہمنوائی، تکالیف و مصائب کی انتہا۔ قلب مقدس کو مجروح اور چشم مبارک کو نم کرتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ "تم لوگ ہجرت کرو۔ مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے جاؤ۔"

تین سال کا بچہ اس کا باپ ابو سلمہ حبشہ پہنچ گئے۔ اگرچہ زمین بھی آسمان سے خالی نہ نکلی۔ دشمنوں نے پیچھا کیا، اور سخت ظلم توڑے گئے لاتعداد نعرے درود اور سلام کے اس ذات مقدس پر جس کی صداقت نے ان کے دلوں کو مسخر کیا اور ہزارہا تحفے مبارک باد کے اس محترم خاتون پر جس نے اپنی اور شوہر کی ہر راحت رسالت پر قربان کر دی۔ حبشہ مکہ سے زیادہ ظالم نکلا۔ اور سلمہ کا ہر قدم مصیبت کا پیام بن گیا۔ یہاں تک کہ ام سلمہ کی مستقل مزاج آنکھوں نے اپنے عزیز و رفیق شوہر کی موت اس طرح دیکھی کہ پتھروں سے اس کا سر چور چور اور جسم سے خون کے فوارے جاری تھے۔

تاریخ اس استقلال پر سر دھنتی ہے اور انصاف مرحبا کے پھول بےتعداد ام سلمہ کے پاک جذبات پر نثار کرتا ہے۔ شوہر کی موت اس محترم خاتون کے پائے استقلال کو نہ ڈگمگا سکی اور فانی زندگی کے عارضی تماشے واقعیت پر قربان ہوئے توحید کا یقین کامل صبر و شکر کے جواہرات فدا کرتا ہوا سامنے آیا اور دل نے یہ صدا دی کہ حیات ناپائیدار کی قربانی گھڑیاں اس دربار میں بسر کروں جہاں یتیموں اور رانڈوں کا والی وارث اپنے جلوے سے دنیا کو جگمگا رہا ہے۔ ماں کا جوش بہبودیت پر نثار ہوا اور تکلیفیں راحت کے لباس میں سامنے آئیں۔ بچے کو گود میں لیا۔ اونٹ

پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہوئی۔

ایک غمزدہ دارشا عورت بچے کو ساتھ لئے حبشہ کی سڑک پر بھوکی پیاسی چلی جا رہی ہے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل کی آہیں زبان تک پہنچ کر خاموش ہو جاتی ہیں۔ کلیجے کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں اور فراقِ شوہر کی اٹل مصیبت قدم قدم پر پہاڑ بن رہی ہے۔ چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتی ہے کہ شاید بچھڑی ہوئی صورت دکھائی دے جائے ٹوٹے ہوئے دل کی تسکین ہو اور بھولی ہوئی آنکھیں چھوٹے ہوئے شوہر کے دیدار سے منور ہو جائیں حسرت و یاس سے حبشہ کو الوداع کہا اور شوہر کی ہڈیوں کو دور ہی سے خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھی۔ دل تڑپ رہا ہے آنکھوں میں اندھیرا ہے دنیا اجاڑ اور زندگی پہاڑ ہے۔ مایوس ہو کر موت کی خواستگار ہوتی ہے مگر بچے کی محبت زبان روک دیتی ہے اور مامتا کے ہاتھ ایک خاموش جذبہ میں ڈوب کر اس کو کلیجہ سے لگاتے ہیں۔ اونٹ اپنی رفتار میں محو ہے۔ ہوا بدستور اپنا کام کر رہی ہے اور آفتاب لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہا ہے۔ پردیسن ام سلمہ کا معصوم بھوکا اور پیاسا ماں کی گود میں پڑا ہے۔ مگر بی بی سلمہ کا بچہ وہ نہ صرف پانی اور غذا ہی سے محروم ہے بلکہ یہ بھی خبر نہیں کہ راستہ کدھر ہے اور منزلِ مقصود کہاں۔ اس قیامت خیز ساعت میں جب مصیبت نے جان پر بنا دی صرف ایک ارمان ہے اور وہ یہ کہ محبوبِ رب العالمین کے قدموں پر سر رکھ کر فدا ہو جاؤں۔

ریگستانِ عرب کے بگولے ایک بیوہ عورت کے مقابلہ کو آگے بڑھے تمازتِ آفتاب نے پوری طاقت سے حملہ کیا۔ بھوکا بچہ پیاس سے بلبلا گیا۔ مجبور اور لاچار ماں نے ہر طرف نظر دوڑائی اور خدا کا شکر کرتی ہوئی آگے بڑھی۔

دوپہر کا سنسان وقت ہے۔ ریتیلے میدانوں میں دور دور انسان کا پتہ نہیں۔ پرند اور چرند چلتے کانٹے پہاڑوں کے سایہ میں خاموش بیٹھے ہیں۔ ہوا اور ریت کے

میدانوں میں آگ لگا رہی ہے۔ ریگ وآتش کا ایک دریا ہے جو آسمان سے زمین تک لہریں لے رہا ہے۔ کلمۂ توحید کی شیدائی ام سلمہ ریگ کے دریا میں تیرتی اور خاک کے میدان میں دوڑتی چلی جا رہی ہے اس کا شوق ہر اذیت پر غالب اور عقیدت ہر مصیبت کو ٹھکرا رہی ہے۔ بچہ کو کلیجہ سے لگائے جا رہی تھی کہ سامنے سے چند آدمی نمودار ہوئے، اور کہا :-

"تیرے شوہر یعنی اپنے بھائی کو ہم نے قتل کیا، اور اسکے کفر کی سزا دیدی، اب تو کہاں جاتی ہے؟ ابو سلمہ کیفر کردار کو پہنچا اور اس کی موت سے ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ تو اپنے اعمال سے توبہ کرلے اور اپنی حرکتوں سے باز آئے تو بہتر ہے، ورنہ اسی طرح تیری آنکھوں کے سامنے تیرے بچہ کو قتل کریں گے۔ تو نے مسلمان ہو کر تمام خاندان کو بٹہ لگایا۔ شوہر کھویا۔ بچہ کھو رہی ہے۔ اب بھی باز آ ورنہ در در کی بھیک ہوگی اور تو ہوگی۔"

عقیدت اور ممتا کا پورا مقابلہ تھا۔ ننگی تلواریں سر پر چمک رہی تھیں طاقتور ہاتھوں نے بیکس ماں کی گود سے بچہ چھینا۔ اور اس ننھی سی جان کی گردن پر تیغ آبدار رکھ کر ماں سے پوچھا "بول کیا کہتی ہے؟"

بچوں والی مائیں اس کیفیت کا فیصلہ اور اس حالت کا اندازہ کریں کہ ممتا والی ماں کے قلب پر کیا گذری ہوگی۔ آنکھ سے آنسو جاری تھے اور نگاہ اس بچہ کے چہرہ پر تھی جو گردن پر تلوار لئے موت کی گود میں لیٹا تھا۔ محبت کا جوش امنڈا "ہائے" کہہ کر "اونٹ سے کود پڑی اور بچہ پر گر کر کہا :-

"ابو سلمہؓ خوش نصیب تھا کہ کلمۂ توحید پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا، اور تم کو دکھا گیا کہ آنکھوں والے کس صداقت سے فانی زندگی کو ٹھکرا کر شادان و فرحاں موت کی گود میں کھیلتے ہیں۔ ابو سلمہؓ تم کو سبق دے گیا اور اسکی موت بتا گئی کہ خدا سے

واحد کی پرستش کرانے والے مسلمان کس طرح صداقت پہ قربان ہوئے ہیں، سلمہ میرا چاند سا بچہ ہے اس جیسے سات بچے ہوتے تو اسلام پہ قربان کر دیتی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس چاند کی محبت میرا منہ حق سے موڑ دیگی اور مامتا کی آگ میری ابدی زندگی کو خاک سیاہ کر دے گی۔ میں جس رسول پہ ایمان لا چکی ہوں جس پہ اسکے باپ کو قربان کیا وہ ہادی برحق ہے اور یہ حقیر تحفہ بھی اسکی رسالت پہ فدا کرتی ہوں۔ ہاں ایک التجا ضرور کرونگی۔ ابو سلمہ تمہارا بھائی تھا۔ اسکے احسانات اگر تم کو یاد ہوں، اور تمہارا ایمان اجازت دے تو انکا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ ابو سلمہ کے بعد بچے کی موت مجھ کو نہ دکھاؤ، اور اس سے پہلے مجھے قتل کر دو۔

ریگستان عرب میں ایک سنگ دل قہقہہ گونجا اور ظالم و جابر ہاتھوں نے ماں کو گھسیٹ کر بچے سے جدا کیا۔ جس نے ایک آخری نظر بچے پر ڈالکر آنکھیں بند کر لیں اور یہ کہہ کر اونٹ پہ بیٹھ گئی:۔

"تم اور تمہارے جھوٹے خدا۔ تم اور تمہارے بیکار بت، تم اور تمہاری مشرک جماعت، تم اور تمہارے کافر قبیلے، مکہ اور حبشہ کی پوری طاقت شامل کر کے بھی مجھ کو خدائے واحد سے گمراہ نہیں کر سکتے۔ تم بچے کو قتل کر دو اسکا خون میرے ان گناہوں کا کفارہ ہوگا جو قبل از اسلام مجھ سے سرزد ہوئے ہیں۔ طیب خاطر اپنے ہادی اور مولا پر اس لال کو قربان کرتی ہوں، اور کہہ دیتی ہوں کہ اب میرا تمہارا فیصلہ قیامت میں ہوگا۔"

کیا دنیا میں کوئی مذہب، کوئی ہادی، کوئی قوم، کوئی تاریخ ایسی یا اس جیسی ایک مثال بھی پیش کر سکتی ہے۔ دولت کی قربانیوں سے کارخانہ حیات محروم نہیں، مگر کلیجے کے ٹکڑوں کی قربانیاں، جن سے چمنستان اسلام لہلہا رہا ہے عدیم النظیر ہیں۔

بی بی ام سلمہ کا اونٹ کھڑا ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر نکیل پکڑی، اور ان کو یہ کہہ کر دھکا دیا :-

"اونٹ ہمارے بھائی کی ملکیت ہے تجھ کو جہاں جانا ہو پیدل چلی جا"

عرب کا وہ رتیلا میدان جس کی زمین آسمان کی طرح حد نگاہ تک چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ دریائی بھنور سے زیادہ خوفناک بگولے ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ آفتاب آگ برسا رہا ہے اور ریگ کے تودے فضائے آتشیں میں آفت برپا کر رہے ہیں۔ کوسوں شجر حجر انسان حیوان کسی کا پتہ نہیں۔

اس قیامت خیز ساعت میں ام سلمہ پاپیادہ بھوکی پیاسی چلی جا رہی ہے بیٹھتی ہے اٹھتی ہے چلتی ہے۔ گرتی ہے۔ توحید کی نورانی شمع اسکے دل میں روشن ہے اور زبان پر رسول ہاشمی کے نعرے لگا رہی ہے۔ رستہ کی طرح وہ دنیا کے تمام تعلقات بھول چکی بچے کی محبت اور شوہر کا خیال دونوں اسکے دل سے رخصت ہوئے آسمان و زمین اسکا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر منزل مقصود کے سوا اسکے سامنے کچھ نہیں، دن اور رات اسکے سامنے ایک ہیں اور ریت اور پہاڑ یکساں، پاؤں جل رہے ہیں اور جسم تھکنا چور ہے۔ خوف و ہراس اور بھوک و پیاس دور ہو چکے۔ وہ اس کوشش میں منہمک اور اس خیال میں نہال ہے کہ موت سے قبل چہرۂ اقدس کی زیارت کرے۔

چشم فلک کی متحیر نگاہوں نے بالآخر دیکھ لیا کہ کس طرح قدرت مشکل کو آسان، محال کو ممکن اور پتھر کو پانی کر دیتی ہے۔ ریت کے تلاطم آگ کے طوفان سے نکل کر مردے کی صورت ام سلمہ مدینہ کی گلیوں میں پہونچی اور مسلمان اپنی بہن کے جذبۂ شوق و استقلال پر باآواز بلند چلا اٹھے۔

"مرحبا مرحبا مرحبا"

تاریخ اسلام اُمّ المومنین بی بی سودہؓ کے ان الفاظ کو ہر وقت جھنکار رہی ہے کہ وہ چونکہ عمر میں سرور دو جہاں سے بہت زیادہ تھیں، اس لئے فرمایا کہ :-
"میرے واسطے یہ عزت کچھ کم نہیں کہ قیامت تک مسلمانوں کی ماں بنوں"۔
اب ذی فہم حضرات فرمائیں کہ بی بی سلمہ کی ان خدمات کا معاوضہ اسلام کیا ادا کر سکتا ہے۔ فطرت نسوانی اس کے جواب میں اُمّ المومنین بی بی سودہؓ کے الفاظ دہرائے گی۔ اور عقل سلیم آنکھیں بند کر کے اس دعوے سے اتفاق کرے گی کہ حضور اکرمؐ کا ہر نکاح اسلام کے واسطے تھا اور کسی نکاح میں نفسانیت شامل نہ تھی۔

ہم نے اس بحث کے شروع میں لکھا ہے کہ اگر بی بی خدیجہؓ سے نکاح نہ ہوتا تو کیا اسلام اس قدر آسانی سے ترقی کرتا؟ اب ہم دوبارہ سوال کرتے ہیں کہ کیا بی بی اُمّ سلمہؓ کی خدمات کا معاوضہ جو نہ زیادہ حسین تھیں نہ کنواری، یہ نہ تھا کہ وہ ہماری ماں بنیں۔ اور اُمّ المومنین کے لقب سے سرفراز ہوں؟

المختصر نکاح کا جو مقصد سمجھا جاتا ہے سرورِ عالمؐ کے نکاحوں میں اس کا کہیں وجود نہیں۔ ہر نکاح صرف ترقی اسلام کے واسطے تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے ہر معقول پسند کو اتفاق کرنا پڑے گا۔
اب غیر مسلم حضرات کا ایک اعتراض اور باقی رہتا ہے۔ اور وہ اسلام کے تعدد ازدواج کا مسئلہ ہے۔

ہم نے اس کتاب میں کسی جگہ عرب کے اس تمدن کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی ہے جس میں چار بیویوں کی حد تھی۔ نہ ہزار کی نہ چار ہزار کی، ان لوگوں کو اگر ایک نکاح پہ پابند کر دیا جاتا، تو رسول کیا اگر خدا بھی آ کر کہتا تو یہ ہزار کوس دور بھاگتے۔ ضرورت یہ تھی کہ

"بہ مرگش گیر تا بہ تپ راضی شود"

چار کا تعین محض مصلحت تھی اسی واسطے اس کے ساتھ عدل حقیقی کی ایسی شرط تھی جو واجب التعمیل ہی نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ حکم نہ تھا صرف دل خوش کرنے کے واسطے ایک قسم کی اجازت تھی۔ مگر مسلمانوں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسلام کو بدنام کر دیا۔ اس سلسلہ میں عام مسلمانوں کے ساتھ وہ گروہ بھی ہے جس کی زبان پہ ہر وقت قرآن و حدیث کے نعرے ہیں اور جس نے اسلام کی بڑی خدمت یہی سمجھی ہے کہ دو دو تین تین بیویاں کرے، اور دوسروں کو جھوٹی حدیثوں کے جال میں پھنسائے اسلام کا دامن اس داغ سے قطعاً پاک ہے اور سرورِ عالم نے عورت کو جو عزت عطا فرمائی وہ دنیا کے کسی مذہب کو نصیب نہیں۔

## خلقِ عام

جس صداقت نے دنیا میں ایسا تہلکہ مچا دیا کہ تخت و تاج کے مالک آستانہ رسالت پر قدم بوس ہونا فخر سمجھنے لگے اس کا ادنیٰ ظہور یہ تھا کہ گرمی کے سخت موسم میں جب آسمان سے انگارے برستے معمولی بڑھیا دونوں جہان کے بادشاہ کو روک کر سڑک پہ بیٹھ جاتی، گھنٹوں باتیں کرتی صحابہ جیں بجبیں ہوتے مگر حضور کی تیوری پہ بل نہ آتا۔ بڑھیوں ٹھٹر یونکا گروہ کا گروہ خدمت اقدس میں بیٹھ کر ادب سے اپنے حقوق مانگتا عاجزانہ لڑتا جھگڑتا۔ بچوں تک کا حق طلب کرتا۔ دیکھنے اور سننے والے جلتے اور بگڑتے مگر وہ نفس پاک خندہ پیشانی سے ان کی التجائیں پوری کرتا۔ غریب رانڈیں اور مصیبت کی ماریاں روتی ہوئی آتیں اور ہنستی ہوئی جاتیں۔ شکایتیں لیکر گھستیں اور دعائیں دیتے

کر نکلتیں۔ دنیا اپنی اولاد و متعلقین کے واسطے ہزاروں اور لاکھوں کا اثاثہ چھوڑتی ہے۔ مگر سرور دوعالم کا وہ ایثار جو شجر رسالت کی بار آور شاخوں میں بی بی خدیجہؓ کی دولت سے شروع ہوا۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے احکام زکوٰۃ، اور خیرات و صداقت کا اعلان ہونے کے بعد اس فیصلہ پہ ختم ہوتا ہے۔

"اولادِ رسول پر یہ سب حرام ہے"

# عورت کی حمایت

یہ وہ زمانہ ہے کہ عورت کے واسطے انصاف کا دروازہ بند ہے۔ دنیا کا ہر مذہب اس کو دھتکار چکا۔ وہ کسی جگہ لونڈی سے بدتر ہے۔ اور کہیں جانور سے، کنواری پہ باپ اور بیاہی ہوئی پر شوہر پوری طرح حکومت کر رہا ہے کہ دفعتاً اس ظلم انگیز فضا میں یہ الفاظ آمنہ کے لال کی زبان سے نکل کر سیاہ و تاریک فضا میں گونجتے ہیں۔

"عورتوں کے بھی مردوں پر حقوق ہیں۔ اور ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرو، شوہر کو مناسب نہیں کہ آپ عمدہ کھانا کھائے اور گھر والوں کو نہ دے۔"

"عورت کی عزت وہ کرتے ہیں جو شریف ہیں۔ اور انکی توہین پاجی کرتے ہیں"

"شوہر اپنی خوبصورتی پر فخر نہ کرے اور بیوی کی بدصورتی پر معترض نہ ہوگا۔"

قرآن مجید۔ "نیکی کرو اور برابر کے رفیق سے" یعنی بیوی سے۔

قرآن مجید: "اور وہ لے چکی ہیں تم سے عہد گاڑھا" یعنی نکاح سے پہلے، جو وعدے کئے گئے ہیں، انھیں یاد رکھو۔

"شوہر کا اپنے ہاتھ سے بیوی کو کھلانا، نیکی ہے" (بخاری و مسلم)

"جو شخص اپنے بیوی بچوں سے بھاگے وہ ایسا ہے۔ جیسے غلام اپنے آقا سے۔"
(ابوداؤد و نسائی)

تمھارے ہاتھ جن کے مالک ہیں، ان کو ایسی تکلیف نہ دو۔ جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، کہ تمھارے پاس قید ہیں، اور خدا کے عہد سے تم نے ان کو حاصل کیا۔

(نسائی و ابن ماجہ)

ایمان اس کا مکمل ہے جس کی عادت اچھی ہو، اور بیوی پر انتہائی مہربان ہو۔
(ترمذی، نسائی، حاکم)

"تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے ہے۔"

(ترمذی)

# اَلوِدَاع

مسلمانو! رات کا بڑا حصہ ختم ہوا۔ آمنہ کے لال کی ولادت ہو چکی، راتیں بہت سی آئیں گی اور جائیں گی، مگر یہ باتیں کہاں۔ آج اس بزم میں وہ شمع روشن تھی، جس کو قرچہار دہم نے سجدہ کیا۔ یہاں اس وقت وہ سدا بہار پھول مہک رہا تھا، جس کو فرشتوں نے بوسے دیئے اور جس کی مہکار پر لاکھوں بلبلوں کے ترانے زمین سے آسمان تک پہنچے۔ قربان ان خوش نصیب آنکھوں کے جنھوں نے اس جمال جہاں آرا کی زیارت کی۔ اور نثار ان مبارک صورتوں کے جنھوں نے محبوب رب العالمین کے جسم اطہر کو آغوش میں لیا۔ اب صحبت شب ختم ہوتی ہے۔ اور ذکر محبوب جس نے دل کے کنول کھلا دیئے۔ رخصت ہوتا ہے۔ مگر دل کا ارمان

رہی ہیں ہے۔ آنکھیں شوق دید کے لئے تڑپ رہی ہیں، اور قلب اپنی آرزو کو دبائے بلبلا رہا ہے۔ محسن حقیقی جو جانوروں کو انسان بنا گیا۔ سچا ہادی جس نے غفلت کے پردے اٹھا کر محبوب حقیقی تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتایا اچھا پیغمبر جو دنیا کی دوزخ کو جنت بنا گیا۔ کہاں ہے۔

طیبہ کی خاک محبت کی آنکھ کا سرمہ بن! اور اس جلوہ کی جس نے دنیا کو جگمگا دیا۔ ایک جھلک دکھا دے! قربان ایک دفعہ نہیں ہزار بار یہ جان بزم مولود کے اس مہمان پر جو عالم تخیل میں رو برو تھا اور یثرب کی گود میں محو خواب ہے۔ مسافر قلم نے پوری رات چمنستان اسلام کی گل چینی میں بسر کی دماغ ایسی خوشبو سے معطر رہا جو مرتے دم تک باقی رہے گی، اور آنکھوں نے ایسی بہار دیکھی جس کا لطف تادم واپسیں موجود رہے گا۔ اب یہ سماں ختم ہوتا ہے اور خیال محبوب کی وداع کا وقت ہے۔ زندہ نکا ہیں ابھی زندگی کے اچھے اور برے بہت سے تماشے دیکھیں گی۔ لیکن مبارک ہوگا وہ وقت جب مزار اقدس نگاہ کے سامنے ہوگا، اور آنکھیں اس ڈھیر پہ قربان ہوں گی، جو دونوں جہاں کے بادشاہ کی آرام گاہ ہے +

# ختم شد

# شیر دل خاتون یعنی دورِ فاروقی کا سچا تاریخی افسانہ

## یہ وہ تاریخی ناول ہے جس کی ہندوستان و پاکستان میں دھوم ہے

شہیدِ ملت مولانا محمد مظہر الدینؒ کی وہ زندہ رہنے والی تصنیف ہے جو شخص ایک حصہ پڑھ لیتا ہے دوسرے کیلئے بے چین رہتا ہے حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ کے دلچسپ حالات۔ فتوحاتِ اسلامی کی حیرت انگیز ترقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سرفروشانہ جد و جہد کا نظارہ اور حسن و عشق کی سچی داستان پڑھنے کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ یہ مسلم خواتین کے لئے درسِ حیات ہے۔ سیف الاسلام حضرت خالدؓ اور فاروقی حضرت ابو عبیدہؓ نیز ایک طرف حضرت خولہ اور پُراسرار جنگی سوار کے معرکے سچی روح پھونک دیتے ہیں، تو دوسری طرف شہزادی جوزیفائن کے حسن و عشق کی سچی داستان دلوں پر چھپکی ... ہے۔ قیمت مکمل ساڑھے چھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

# فتح ہند کی ملکہ یا سندھ کی راجکماری

شہیدِ ملت مولانا مظہر الدینؒ کی تصنیف ہے۔ وہ ہنگامہ خیز ناول ہے جس کا انتظار بالکل عید کی طرح کیا جاتا تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں مسلمانوں کو تابعین و تبع تابعین کے جنگی کارنامے سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کی حیرت انگیز شجاعت سے درسِ حیات حاصل ہوگا وہاں بہت سی وہ غلط فہمیاں بھی دور ہو جائیں گی جو مسلمان فاتحین سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے جذبہ اسلامی تازہ ہو جاتا ہے۔ قیمت مکمل سات روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

# حسین پرتھال یا گجرات کی حسینہ

یہ ایک سچا تاریخی افسانہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ گجرات کی شہرۂ آفاق حسینہ کی شہزادے سے شادی کس طرح ہوئی اور سلطان فیروز شاہ بہمنی کے جنگی معرکے درج ہیں، اس کو پڑھ کر اسلامی اخلاق کی کشش دلوں میں گدگدیاں پیدا کرتی ہے، دل میں تہذیب کے خیالات کا فوٹو کھنچ کر سامنے آجاتا ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸) علاوہ محصول ڈاک۔

**افغان حسینہ** مصنفہ قاضی اشتیاق حسین صاحب ایم اے۔ یہ ایک تاریخی نا
اس میں مغل جرات و جلال شان و شوکت اور افغانوں کی بہ
و فن سپہ گری، اور خیالات کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے۔ میدان کارزار میں توپوں کی گ
حسن و عشق کی کرشمہ سازیاں۔ جمیلہ اور رشید کی محبت۔ ملکہ بنات کی امداد کے حالات
دلچسپ پیرایہ میں درج کئے ہیں۔ کہ پڑھنے والا ایک مرتبہ شروع کر کے بغیر ختم کئے نہیں
قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

**جنگ اصفہان** جس میں عربوں کی ایام جاہلیت کی معاشرت، شاہ ایران کی سا
مسلمانوں کی پرجوش یلغار، اور حیرت ناک جنگی کارنامے نہا
دلچسپ پیرایہ میں سلیس اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت چار روپیہ۔ علاوہ محصول
**عجیب جنگ** جس میں غرناطہ کی اسلامی حکومت مسلمانوں کی بے بسی اور بیکسی، عیسا
کی سفاکیاں، ڈھائی لاکھ عیسائیوں کی سازش سے پانچ ہزار مسلمانوں
یورش مسلمانوں کا جوش۔ عجیب جنگ کے خونریز حالات اور تقریر الحمرا کی کیفیت دلچسپ پیرا
سلیس اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت چار روپیہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

**فتح شوستر** جس میں ایرانیوں کے مذہبی۔ معاشرتی اور تمدنی حالات مسلمانوں بے خوفی
سرفروشی کے جنگی حالات نہایت سلیس اردو زبان میں بیان کئے گ
قیمت .... چار روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

**بہشتی صحت کے پارے** ۲۰×۲۲ سائز کے ۴۴ صفحے، رنگین ہلاک کا ٹائٹل فی پارہ ۱۲ دینی فنا
دس روپے انعام .... قاعدہ بغدادی ۸ صفحے دو پیسے۔ یکجزہ ایک آنہ .... پنجسورہ مترجم معہ منا
ہدیہ صرف ۲ مجلد ۱۰ .... دعائے گنج العرش مترجم ایک آنہ۔

**نوٹ:۔** تاجران کتب کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ آزما کر دیکھئے:۔

| | |
|---|---|
| صدیق اینڈ سنز۔ تاجران کتب۔ گلی قاسم جان دہلی | (ملنے کا پتہ) سید رضی حسن مالک کتبخانہ رضو بلیماران دہلی |